Millennium Girls School
C.B.S.E. Syllabus
Admission is going on for Session 2009-2010
Nursery to Class Ten (10)
Bus and Hostel Facility available
Cont. No.: 09835293957, 09234131237
Azad Colony, Pabra Road, Hazaribagh (Jharkhand)

''اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

www.dawatonline.com

ہمارے پیارے مولاناؒ (سوانح مودودیؒ) — نظر زیدیؒ
☆ بانیٔ تحریک اسلامی کی سوانح پر اپنی نوعیت کی منفرد کتاب
☆ جو صرف سوانح ہی نہیں بلکہ جماعت اسلامی کی تاریخ بھی ہے۔
☆ مولانا کے بچپن سے متعلق نادر و نایاب رنگین تصاویر کے ساتھ۔
طلبہ و نوجوانوں میں تحریک کے تعارف کے لئے بے مثال تحفہ
عمدہ کاغذ، خوبصورت ٹائٹل، صفحات:80 قیمت -/40
البدر بک سنٹر، سرائے میر، اعظم گڑھ، پن 276305 Mob: 09839591434

● جلد:۵۷ ● شمارہ:۳۸ ● ۲۵؍اپریل ۲۰۰۹ء ● 25 April 2009 ● شنبہ ● ۲۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ ● قیمت=/Rs.5 ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۳؍ریال ● Posting: 23 April 2009 Thursday

سی آئی اے کی حفاظت کروں گا/ اوباما

واشنگٹن۔ امریکی صدر بارک حسین اوباما نے ریاست ورجینیا کے علاقے لینگلی میں واقع سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹرز کا دورہ کیا اور وہاں موجود سی آئی اے کے عملے سے خطاب کرتے ہوئے واضح الفاظ میں یہ کہا کہ وہ سی آئی اے کی حفاظت کریں گے۔ واضح رہے کہ بش انتظامیہ کے دور میں مشتبہ دہشت گردوں کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی کے متعلق دستاویزات کے اجراء کے بعد پورے امریکہ میں تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور سی آئی اے کو بھی اس سے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ حالانکہ انھوں نے دستاویزات کے اجراء کے ساتھ ہی تمام خدشات اور اندیشوں کو دور کرتے ہوئے یہ اعلان کردیا تھا کہ ان کارروائیوں میں ملوث افراد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی مگر انہیں سی آئی اے کے حکام میں پیدا ہونے والی بے چینی کو دور کرنے کے لئے سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹرز کا دورہ کرنا پڑا اور بالمشافہ ان سے گفتگو کرکے انہیں تسلی دینی پڑی۔ انھوں نے سی آئی اے کے عملے سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اس سے اہلکاروں کی حوصلہ شکنی نہیں ہونی چاہئے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ سی آئی اے کی بالکل اسی طرح حفاظت کریں گے جس طرح اس ایجنسی نے امریکہ کی حفاظت کی ہے۔

ایرانی صدر کے خطاب کا بائیکاٹ

جنیوا۔ جنیوا میں نسل پرستی کے موضوع پر ہونے والی اقوام متحدہ کی کانفرنس سے ایرانی صدر محمود احمدی نژاد کے خطاب کے دوران مغربی ملکوں کے سفارتکار اس وقت اجلاس سے اٹھ کر باہر چلے گئے جب انھوں نے اسرائیل کو ایک 'نسل پرست' حکومت قرار دیا۔ پہلے تو بعض احتجاجیوں نے شور شرابہ کرکے اس کی کوشش کی کہ انہیں خطاب کا موقع نہ دیا جائے لیکن جب انھوں نے اس کے باوجود اپنی تقریر جاری رکھی تو وہاں پر موجود مندوبین نے پرجوش تالیاں بجائیں۔ یوں اقوام متحدہ میں مغربی ملکوں کا رعب ودبدبہ برقرار نہیں رہ سکا اور وہ تنہا پڑ گئیں یہاں تک کہ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کو جہاں محمود احمدی نژاد کے خطاب پر منفی ریمارکس دینا پڑا وہیں بڑی طاقتوں اور مغربی ملکوں کے بائیکاٹ کو بھی افسوسناک قرار دینا پڑا۔ واضح رہے کہ امریکہ، برطانیہ، کناڈا اور اسرائیل نے پہلے ہی اس کے بائیکاٹ کا اعلان کردیا تھا۔

جاسوسی سیارہ خلا میں

سری ہری کوٹا۔ اسرائیل کے تعاون سے تیار کردہ راڈار امیجنگ سٹیلائٹ ریسیٹ ۲ اور یونیورسٹی کے طلباء کے ہاتھوں تیار کردہ چھوٹا سٹیلائٹ انوسیٹ کو لے کر خلائی گاڑی پی ایس ایل وی ۱۲ پیر (۲۰؍اپریل) کی صبح یہاں سری ہری کوٹا خلائی سنٹر سے خلا کی جانب روانہ ہوگئی۔ اعلیٰ صلاحیت والے ۳۰۰ کلوگرام وزنی اس سٹیلائٹ کی مدد سے ہندوستان خلاء میں گہری نظر رکھے گا۔ اس سٹیلائٹ کا اہم مقصد تمام طرح کے موسم میں رات یا مانسون کے دوران زمین کی تصویریں حاصل کرنا ہے۔ یہ سٹیلائٹ ہند۔ پاک سرحد پر دراندازی کی بھی اطلاع دے گا۔ اس سے خلائی تحقیق میں ہند۔ اسرائیل تعاون میں پیش رفت ہوگی۔

ایران پر فوجی حملہ احمقانہ سوچ/ پیریز

یروشلم۔ صہیونی حکومت کے سربراہ شمعون پیریز نے ایران پر حملوں کی سوچ کو احمقانہ قرار دیا ہے۔ العالم کی ایک رپورٹ کے مطابق صہیونی اخبار یروشلم پوسٹ نے لکھا ہے کہ شمعون پیریز نے مشرق وسطیٰ کے لئے امریکی ایلچی کے ساتھ ملاقات میں جو بیان دیا ہے وہ ان کے پہلے کے موقف سے بالکل الگ ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ایران کے ایٹمی پروگرام سے مقابلے کی راہ یقیناً فوجی نہیں ہے۔

ایٹمی اسلحے کے پھیلاؤ کی روک تھام ضروری مگر کیسے؟

ایٹمی اسلحے کے پھیلاؤ کی روک تھام کرنے اور اس کی پیداوار پر نظر رکھنے والے بین الاقوامی ادارے آئی اے ای اے کے سربراہ محمد البرادعی نے ایک بار پھر اس کے پھیلاؤ پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور اس کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے اس پر زور دیا ہے کہ عالمی برادری کو اس کا نہ صرف نوٹس لینا چاہئے بلکہ ان کے پھیلاؤ کی وجہ سے جو خطرات اور اندیشے پیدا ہورہے ہیں ان کے ازالے کا فوراً انتظام کرنا چاہئے اور ٹھوس اور موثر تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ انھوں نے موجودہ صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جو ممالک اس قسم کی صلاحیت رکھتے ہیں یعنی وہ ایٹمی اسلحہ ساز ہیں اور جن کے پاس ایٹمی ٹیکنالوجی موجود ہے وہاں بھی اور جو ممالک اس کے حصول کی کوششیں کررہے ہیں ان کے ہاں ایٹمی بھٹیوں کے رکھ رکھاؤ کا بہت معقول نظم نہیں ہے جو ترقی یافتہ ممالک ہیں وہاں بھی نقائص سے پاک نظم نہیں ہے۔ ایٹمی بھٹیوں کا انتظام مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے اور خطرات بڑھ رہے ہیں۔ بعض ملکوں کا حال تو یہ ہے کہ وہاں جو ایٹمی بھٹیاں موجود ہیں ان میں بعض بہت پرانی ہوچکی ہیں۔ ظاہر ہے ان میں خرابیوں کے پیدا ہونے کا زیادہ خدشہ ہے۔ علاوہ ازیں ان کے آپریشن اور نظم و نسق کا بہتر اور معقول انتظام نہیں ہے۔ یہ خود ایک بڑا مسئلہ ہے۔ یہ باتیں انھوں نے چین کی راجدھانی بیجنگ میں منعقدہ پاور کانفرنس میں کہی ہیں۔ انھوں نے اس پر زور دیا ہے کہ یہ وہ مسائل ہیں جن پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر ان کا ابھی نوٹس نہیں لیا گیا تو یہ پریشان کن صورتحال کو جنم دیں گے۔

انھوں نے اس کے ایک دوسرے پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ کہا ہے کہ جوہری صلاحیت کے حصول کی خواہش بڑھتی جارہی ہے۔ جوہری توانائی کی ضرورت کے نام پر اس کی صلاحیت پیدا کرنے کی جو کوششیں ہورہی ہیں ان کے بقول یہ ایک نہایت خطرناک رجحان ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ ایٹمی اسلحہ پھیل رہا ہے اور ایسے ایسے ہاتھوں میں پہنچنے لگا ہے جن کے پاس اس کے تحفظ کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے بلکہ ایٹمی ٹیکنالوجی بھی ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے چوتھے اور پانچویں تک منتقل ہورہی ہے اور اس کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ پھیلاؤ اور منتقلی کا یہ عمل نہایت غیر محفوظ ہے۔ یعنی یہ اسلحہ بھی اور ٹیکنالوجی بھی غیر محفوظ ہاتھوں تک پہنچ رہی ہے۔ جب وہ غیر محفوظ کہتے ہیں تو اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جن لوگوں تک یہ پہنچ رہی ہے وہ کسی ضابطے قاعدے کے پابند نہیں ہیں نہ ان پر کسی کا بس چلتا ہے اس لئے ان سے اس کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس کا استعمال نہیں کریں گے گویا وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کے پھیلاؤ کا جو نظم کیا گیا تھا وہ ناکام ہوچکا ہے۔ لہٰذا عالمی برادری کو اس پر ازسر نو غور کرنا چاہئے اور اس کے پھیلاؤ کی روک تھام کے لئے کوئی نیا نظام بنانا چاہئے۔

دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ جن ملکوں کے پاس یہ شئے پہلے سے موجود تھی وہ اسے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کررہے تھے جس کو 'ڈیٹرنٹ ڈاکٹرن' کہا جاتا تھا۔ یہ ڈاکٹرن (نظریہ) اب عام ہوچکا ہے۔ اس لئے کہ اب یہ چیز چند اقوام تک محدود نہیں رہ گئی ہے۔ بلکہ ایٹمی کلب کے ممبران (خواہ وہ تسلیم شدہ ہوں یا غیر تسلیم شدہ) کی تعداد بڑھ گئی ہے۔

چند روز پہلے امریکی صدر بارک حسین اوباما نے بھی اپنے ایک پالیسی بیان میں اس صورتحال پر تشویش کا اظہار کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ دنیا کو اسلحے کے پھیلاؤ کی روک تھام کرنی چاہئے۔ انھوں نے ایٹمی اسلحہ سے پاک دنیا کا تصور بھی پیش کیا تھا۔ لیکن اس کے لئے جو نسخہ پیش کیا تھا اس میں وہی پرانی باتیں کہی گئی تھیں، لیکن ذرا دوسرے پیرائے میں۔ انھوں نے جو نظریہ پیش کیا تھا اس میں یہ بات کہی گئی تھی کہ دنیا کی جو تسلیم شدہ ایٹمی طاقتیں ہیں ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کا بیڑا اٹھائیں۔ یہاں تک تو ان کی بات درست ہے کہ انہیں اس معاملے میں پہل کرنی چاہئے لیکن انھوں نے اسی پر بس نہیں کیا تھا بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ مگر جب تک پوری دنیا ایٹمی اسلحے سے پاک نہیں ہوجاتی اس وقت تک مذکورہ تسلیم شدہ ایٹمی طاقتوں کو معتدبہ تعداد اور مقدار میں کیسے اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہئے۔ اس لئے کہ ان طاقتوں کو بعض لوگوں سے خطرات ہیں۔ اور جب تک یہ خطرات ہیں ان کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہی سوچ اور امتیازی پالیسی تو اس کے پھیلاؤ کی موجب ہے۔ جن ملکوں نے ایٹمی اسلحہ تیار کیا اس کے لئے یہ دلیل پیش کی کہ انھوں نے اپنے بچاؤ کی خاطر یہ قدم اٹھایا ہے۔ انہیں بعض ملکوں اور اقوام متحدہ کی طرف سے خطرہ ہے تو پھر کس منہ سے دوسروں کو ایسا کرنے سے روک سکتے ہیں۔ دوسرے بھی تو یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ انہیں ایٹمی طاقتوں سے خوف لاحق ہے اور تاریخ یہ بتا رہی ہے بلکہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ایٹمی طاقتوں نے اس کی بنیاد پر کمزور ملکوں کو دبایا ہے اور ان کا استحصال کیا ہے۔ اگر وہ استحصال کے چکر سے نکلنے کے لئے وہی طریقہ اختیار کرتے ہیں جو بڑی طاقتوں نے ان کے استحصال کی خاطر اپنایا تھا تو اس میں برائی کیا ہے۔ اس لئے یہ سوال اپنی جگہ باقی ہے کہ آخر اسلحہ کا پھیلاؤ رکے گا کیسے؟

جن ملکوں نے جوہری توانائی کے حصول کی طرف قدم بڑھایا اور اسے حاصل بھی کرلیا وہ بھی تو یہی دلیل پیش کرسکتے ہیں۔ اگر بڑی طاقتیں یہ کہتی ہیں کہ انہیں

باقی صفحہ ۸ پر

اور اب افغانستان کے وسائل کی لوٹ

امریکی حکمراں افغانستان کے حریت پسندوں کو گولیوں، میزائلوں، بموں اور دیگر ہتھیاروں کا نشانہ بنا کر قتل و ہلاک کررہے ہیں۔ کبھی غلامی قبول نہ کرنے کی تاریخ ریکارڈ رکھنے والے ملک پر اپنا تسلط قائم رکھنے کی دیوانگی میں مبتلا یہ استعمار پسند اپنے مشن کے لئے ہر ممکن تدابیر سے کام لے رہے ہیں۔ ان کا اپنا ملک کنگال اور دیوالیہ ہورہا ہے۔ پھر بھی اپنی استعماریت کے ہدف ملکوں کو امداد کے ڈونگے لٹا رہے ہیں جن کا واحد مقصد ایسے باشندگان وطن کے ایمان وضمیر کو خریدنا ہے جو حقیر فائدوں کے عوض ملکی مفادات کا آسانی سے سودا کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔ افغانستان میں ایمان اور ضمیر فروشی کا اس قدر زور ہے کہ خود امریکی حلقے بھی چلا اٹھے ہیں کہ وہاں کے سارے حکمراں، حکام اور دیگر سرکاری ملازم بکاؤ مال بن چکے ہیں۔ پولیس افسران گیسولین کے بھرے ٹرک چوری کرلیتے ہیں۔ جج اور قانون نافذ کرنے والے جو کچھ کرتے ہیں رشوت کی بنیاد پر کرتے ہیں بغیر رشوت کچھ نہیں کرتے اور رشوت لے کر سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اعلیٰ سرکاری افسران حشیش اور کرومائٹ کی اسمگلنگ کرنے اور کرانے میں پوری سرگرمی سے لگے ہوئے ہیں۔ درمیانی قسم کی سیکورٹی اور سیاسی ملازمتیں پچاس ہزار ڈالر تک میں فروخت ہورہی ہیں کہ پھر انہیں رشوت اور چوری کرنے کے بھرپور مواقع مل جاتے ہیں۔ قانون نفاذ کرنے والی مشینری کی قانون کا مذاق بنانے اور کرپشن کے میدانوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ حکومت کسی قانون کے تحت نہیں ہے تو کوئی بھی قانون کا پابند نہیں ہے۔ کسی کو قانون کا ڈر یا خیال نہیں ہے۔ جبکہ لوگ طالبان کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔

یہ تفصیلات دو ہفتے کے دوران ایک سروے میں کھل کر سامنے آئی ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں غریب کسان بھیڑ بکریاں چرانے والے، افغان افسران اور امریکی فوجی کوئی بھی ان پر پردہ ڈالنے، چھپانے یا ان کے کم ہونے کی بات نہیں کرتا۔ البتہ امریکی فوجی یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ یہ طے کرنا مشکل ہے کہ ان کا بڑا دشمن کون ہے؟ چند ہزار طالبان جو پس پردہ رہ کر حکمرانی کررہے ہیں یا بڑے پیمانے پر پھیلا ہوا کرپشن جس نے حکومت کے اوپر سے اعتماد ختم کردیا ہے۔ یہ امریکی فوجی، افغان دشمنوں کی فہرست میں اپنے آپ کو اور اپنی حکومت کو شمار نہیں کرتے، تاہم کچھ کیسوں میں الزامات کے سلسلے میں اپنے ناموں کا ذکر نہ کرنے یا کچھ افغان افسران کے عہدوں کا ذکر نہ کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں ان افسران کے ساتھ کام کرنا ناممکن ہوجائے گا جبکہ یہ ان کے مشن کا اہم ترین حصہ ہے۔

یاد رہے کہ جارج ڈبلیو بش کے دور اقتدار میں موجودہ امریکی صدر بارک حسین اوباما سی آئی اے کے افسران کے ذریعے دہشت گردی کے الزام میں قید لوگوں کے ساتھ تفتیش کے نام پر غیر انسانی سلوک اور اذیت ناک حرکتوں اور جبر و ستم کو اپنے ملک کی تاریخ کا انتہائی تاریک اور تکلیف دہ باب قرار دیتے تھے۔ لیکن اب برسر اقتدار آنے کے بعد انھوں نے سی آئی اے کے انہی افسران کے بارے میں انہی الزامات کے سلسلے میں اپنا فیصلہ سنادیا ہے کہ ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ ۲۸ قیدیوں کے خلاف جارج ڈبلیو بش کے دور میں امریکی انتظامیہ نے تفتیش کے سخت طریقوں کے استعمال کی منظوری دے دی تھی جن میں قیدیوں کو ننگا رکھنا، پانی میں ڈبونا، ٹھوس غذا سے محروم رکھنا جیسی اذیت ناک عقوبتیں شامل تھیں۔ یہاں تک کہ بعض قیدیوں کو ۸۰ مرتبہ اور بعض کو ۱۸۰ مرتبہ اذیت ناک اور شرمناک اعمال سے گزارا گیا ہے۔ اور اب جبکہ بارک اوباما برسر اقتدار آگئے ہیں تو اعلان کردیا ہے کہ ان طریقوں کا استعمال کرنے والے سی آئی اے افسران کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جائے گی اور اگر کوئی دوسرا ان کو قانونی جنگ میں گھسیٹتا ہے تو انتظامیہ ان کی پوری مدد کرے گی بلکہ اگر کسی کورٹ نے ان پر کوئی جرمانہ عائد کردیا تو اس کو بھی خود ادا کرے گی۔ جہاں سوپر پاور امریکہ کے صدر اور اس کی انتظامیہ کا اعلانیہ یہ حال ہو وہ دوسرے ملکوں میں کیا کچھ کررہا ہوگا۔ کیا کرنے کے منصوبے بنا رہا ہوگا کیا اس کا مشن ہوگا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ انھوں نے اپنے دماغوں میں جو خبط پیدا کرلئے ہیں ہر قیمت میں ان کو انجام دینے میں سرگرم ہیں اس طرح وہ اپنے ملک کے ساتھ استعماری لپیٹ میں آنے والے ملکوں اور قوموں کو بھی تباہ کرنے پر کمربستہ ہیں۔ وہ مقبوضہ ملکوں میں جبر و دباؤ اور لالچ و دھونس کے ساتھ ہر قسم کی من مانیاں کررہے ہیں۔ ان کے فوجی کس طرح لوگوں کو قتل کررہے ہیں۔ عورتوں کی عصمت و آبرو کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔ کس طرح لوٹ مچا رہے ہیں۔ صدام حسین کے قلعہ و محل سے انھوں نے کس طرح قیمتی تاریخی اشیاء کو لوٹا دنیا ان سب باتوں کو بھولی نہیں ہے پھر اپنے محکوم کٹھ پتلی حکمرانوں اور حکام کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اور ان کو ٹریننگ کے نام پر کیا کچھ سکھاتے اور کس کس طرح نوازتے ہیں۔ میڈیا میں چھن چھن کر یہ ساری باتیں دنیا کے سامنے آتی رہتی ہیں جن کو سن کر پڑھ کر اور جان کر حریت پسند اور حریت پسندوں کے ساتھ ہمدردی رکھنے والوں کے دل تو تڑپتے ہی ہیں ساتھ ہی یہ سوچ کر ان کے دلوں کو سکون وطمانیت بھی حاصل ہوجاتی ہے کہ امریکہ خود اپنی تباہی و بربادی میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا ہے۔

امریکہ نے عراق پر یلغار کیوں کی اس کے متعدد اسباب ہوسکتے ہیں۔ لیکن ایک بڑا اور بہت بنیادی سبب اس کا تیل کی دولت سے مالا مال ہونا بھی ہے۔ امریکہ و یورپی ملکوں کی رونقیں جس کی مرہون منت ہیں، پھر عراق کی اس دولت کو لوٹنے کے جو احوال مختلف حوالوں سے سامنے آئے ہیں وہ یہ بتا رہے ہیں کہ امریکی کمپنیاں بری طرح اسے لوٹ رہی ہیں۔ پھر باز آباد کاری اور تعمیر نو کے جو منصوبے بنے اس کی بھی جو تفصیل سامنے آئی ہے اس سے بھی اس کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ ٹھیک یہی حال افغانستان کا بھی ہے۔ افغانستان میں بھی امریکہ اور اس کے اتحادی اسی مقصد سے آئے ہیں۔ افغانستان کی چھپی ہوئی دولت کے سلسلے میں جو رپورٹیں سامنے آچکی ہیں وہ چشم کشا ہیں۔ پھر افغانستان کے راستے سے وسطی ایشیا کی دولت کا حصول بھی آسان ہوجاتا ہے۔ مگر افغانستان کی اس دولت پر قبضہ کرنے اور اس کے بہانے پڑوسی ملکوں پر اپنے سیاسی تسلط قائم رکھنے کے خبط نے اب امریکی اور اس کے اتحادیوں کو سخت پریشانی اور وحشت میں مبتلا کررکھا ہے۔ (ع ق)

بلا تبصرہ

اگر پربھاکرن دہشت گرد نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ وہ دو بڑی سیاسی شخصیات کے قتل کا ذمہ دار ہے، اس کے حکم پر ایل ٹی ٹی ای کے کارکنوں نے تمام سیاسی حریفوں کا خاتمہ کیا اور ہزاروں معصوم شہریوں کو ہلاک کیا، ایسی تنظیم کو کیا کہا جائے گا اور اس کے سربراہ کو کس زمرے میں رکھا جائے گا؟

ایس رگھوناتھ پربھو، الپوزا
ہندو، ۲۱؍اپریل ۲۰۰۹ء

خبر ونظر

دنیا کا ایک عجیب وغریب ملک

قوموں اور ملکوں کی تشکیل وتاریخ کے ماہرین اس امر کو بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھ رہے ہوں گے کہ آج کرۂ ارض پر ایک ایسا ملک موجود ہے جس نے رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو دنیا کے سامنے تباہی کے لئے پیش کررکھا ہے۔ جو ملک چاہے، اس میں مداخلت کرسکتا ہے۔ دنیا کی جو بڑی طاقت جس جرم کا چاہے، اس سے اقبال کرا سکتی ہے۔ اس ملک کے اندر متعدد ''دہشت گرد'' گروپ ہیں جو وقفے وقفے سے کارروائیاں کرکے اس کے نظام مملکت کو کھوکھلا بنا رہے ہیں۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اپنی اس حالتِ زار کے باوجود اس نے اپنے ایک طاقتور پڑوسی کو دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذریعے پریشان کررکھا ہے۔ اور یہ کام وہ اپنے تمام اندرونی مسائل بھول کر بڑی یکسوئی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔ دنیا کا یہ عجیب وغریب ملک ہے پاکستان اور اس کا یہ کردار دریافت کیا ہے ہمارے ملک ہندوستان نے۔ اس غیر معمولی دریافت میں سرکار اور سرکاری ایجنسیوں کے ساتھ سیاسی مبصرین اور میڈیا کا رول بھی ہے۔ چنانچہ پاکستان کی اندرونی صورتحال کی منظرکشی نہایت بھیانک انداز میں کی جارہی ہے۔ کہا جارہا ہے کہ پاکستان اب گیا اور تب گیا۔

طالبان کی تخلیق

پاکستان کے اس کردار سے امریکہ بھی پریشان ہے۔ اسی لئے وہ اسے ''بچانے'' کی غرض سے اپنی پوری قوت کے ساتھ پاک افغان سرحد پر پہنچ چکا ہے۔ اس مقصد کے لئے اس نے ''طالبان'' کے نام سے اپنا ایک نیا فرضی دشمن بھی تیار کرلیا ہے جنہیں دنیا کا خطرناک ترین دہشت گرد گروہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔ امریکہ کی اس مہم کو کمک دوسرے ملکوں سے مل رہی ہے جن میں خود پاکستان کے ارباب اقتدار بھی شامل ہیں۔ ۲۱؍اپریل کے انڈین ایکسپریس میں ایک سیاسی مبصر پرتاپ بھانو مہتا نے لکھا ہے کہ طالبان کی موجودگی کی وجہ سے پاکستان کی صورتحال اتنی خطرناک ہوگئی ہے کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ۶؍اپریل کو امریکہ کے ایک ''ماہر انسداد دہشت گردی'' اور صدر کے مشیر ڈیوڈ کل کلین کے حوالے سے جب یہ خبر آئی کہ ''پاکستان چھ ماہ کے اندر اندر ختم ہونے والا ہے'' تو انڈین میڈیا نے نہایت جوش وخروش کے ساتھ اس خبر کا خیر مقدم کیا، سرکاری حلقوں میں جشن کا ماحول تھا۔ محسوس ہوتا ہے کہ عالمی میڈیا نے پاکستان کی بربادی کا جشن منانے کی تیاریاں ابھی سے شروع کردی ہیں۔

ایک بات سمجھ میں نہیں آتی

خیر پاکستان سے ہمیں کیا لینا دینا۔ اگر پاکستانیوں نے خود ہی اپنی تباہی کا سامان کرلیا ہے تو کوئی کیا کرسکتا ہے۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ آخر ہمارے ملک میں دہشت گردی کی کارروائیاں کیوں کررہا ہے۔ امریکہ اور دوسرے ملکوں کا موقف تو یہ ہے کہ ''پاکستان خود بھی ''اسلامی'' دہشت گردی کا شکار ہے۔ اس لئے اس کی مدد کی جانی چاہئے۔ لیکن ہماری حکومت کا کہنا یہ ہے کہ ''پاکستان خود دہشت گرد مملکت ہے۔ اس لئے اس کے اندر جو تشدد ہورہا ہے اس سے ہمیں ہمدردی نہیں۔ ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ اسے پارلیمنٹ ہاؤس اور بمبئی پر حملوں کا مزہ چکھایا جائے''۔ یہی وجہ ہے کہ روزانہ صبح شام ہر موقع پر اعلان کیا جاتا ہے کہ ''پاکستان سے بات چیت اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ بمبئی پر حملوں کے ذمہ داروں کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنے یہاں دہشت گردی کے ڈھانچے کو ختم نہیں کرتا''۔ اور ''دیش بھکتی'' کا تقاضا یہ ہے کہ حکومت ہند کے موقف کو درست مان کر پاکستان سے کہا جائے کہ ہمارے یہاں دہشت گردی کی کارروائیاں بند کردے۔ اگر بند نہیں کرتا تو ایک عجیب وغریب اور نادرالوجود ملک کی حیثیت سے تاریخ میں اس کا نام لکھوانے میں ہمارا ملک حق بجانب ہوگا۔ (پ ر)

یہ ننگ انسانی تہذیب واقدار

چین میں چند دن سے لے کر چند ماہ دو سال تک کے بچوں کو چرا لینے، اغوا کرلینے، گھر کے افراد سے چھین لے جانے اور کھیلتے ہوؤں کو اٹھا لے جانے کا کاروبار زوروں پر ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پڑوسی ملکوں، سنگاپور، ملائشیا اور ویتنام میں لے جاکر فروخت کردیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لڑکوں کو خود ملک چین ہی میں وہ خاندان خرید لیتے ہیں جو خاندان اور نسل کو آگے چلانے کی خاطر نرینہ وارث کے لئے پریشان رہتے ہیں۔ جبکہ ایسی بھی اطلاعات ہیں کہ نوزائیدہ بچوں حتیٰ کہ قبل از وقت پیدائش استقاط حمل سے حاصل ہونے والے جنینوں کو ڈائننگ ٹیبل کی زینت لذیذ ڈش، میمنہ یا چوزہ کی طرح انسانی بچہ فرائی اور آدمی کا اچار بنا کر مرتبانوں میں برائے فروخت سجانے والے بھی کام میں لاتے ہیں۔ چنانچہ ایک ای میل میں ایک شوروم میں شیشے کے مرتبانوں میں جن پر انسانی مغز کے ساتھ لیبل لگے ہوئے ہیں۔ انسانی جسموں کے مختلف اعضا جو مختلف ناموں اور عنوانات کے تحت مختلف مصنوعات کی شکل میں پیک میں سجی ہوئی ہیں، لکھا ہے کہ ان نوزائیدہ بچوں اور جنینوں کو اسپتالوں سے پچاس تا ۷۰ امریکی ڈالر میں حاصل کرلیا جاتا ہے۔ لیباریٹریوں یا ریسٹورنٹوں کے کچن ڈریس میں ملبوس مرد و عورت انہیں دھو رہے ہیں۔ کیمیکلز سے صاف کررہے ہیں۔ سوپ تیار کررہے ہیں۔ ابلے ہوئے اعضا پلیٹوں میں رکھے ہیں۔ لیگ پیس ٹیبل پر سجے ہیں۔ مغز کے سلائس کاٹے جارہے ہیں۔ پیٹ چیر کر اندرونی اعضا دل وجگر وغیرہ نکالے جارہے ہیں۔ آدم خور آدمی اپنے ہی ہم جنسوں کے لیگ پیس چاپ رہے ہیں۔ کانٹے چھری سے کاٹ کر کھا رہے ہیں اور سر سمیت دھڑ سے بوٹیاں دانتوں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔

نیویارک ٹائمز کی ایک رپورٹ (بحوالہ ایشین ایج ۱۱؍اپریل) کے مطابق دھند لکے کی حالت میں بچہ چور کارروائی کرتے ہیں۔ جب بچے کھیلتے ہوئے ہوتے ہیں اور بچوں کے والدین مبہوت رہ جاتے ہیں۔ ڈینگ ہوئی ڈونگ اس وقت اپنے ۹ ماہ کے بچے سے محروم ہوگی جب ایک آدمی نے بچے کو خود اس کے گھر کے دروازہ کے پاس سے اس کی سات سالہ بہن کی گود سے جھپٹ لیا۔ کار رکنے بھی نہیں پائی تھی کہ دو ہاتھ کھڑکی سے باہر نکلے اور بچہ کو جھپٹ کر دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔ ساڑھے تین سالہ

باقی صفحہ ۸ پر

رسول اسلامؐ — پیغمبر انقلاب

پروفیسر محب اللہ (راجستھان)

دنیا میں انسان کی تخلیق کا مقصد مختصراً یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے خالق کی منشاء اور ارادہ کو ٹھیک ٹھیک معلوم کرے اور پھر آخرت میں اس کی رضا کے حصول کی خاطر اپنی زندگی کو اس کے ارادے کے مطابق ڈھال لے۔

اس مقصد کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں انسان کے اپنے اندر خیر وشر، نیکی وبدی میں تمیز کرنے کی فطری صلاحیت عطا فرمائی۔ وہیں انسانوں میں سے کچھ ایسی اعلیٰ وارفع ہستیاں مبعوث فرمائیں کہ جنھوں نے نہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارادے اور منشاء کو انسانیت پر پوری طرح واضح کیا بلکہ اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق پوری طرح ڈھال کر اس کے ارادے کے عملی مضمرات کو بھی انسانوں پر اچھی طرح واضح کردیا۔ رشد و ہدایت کے اس سلسلے کی آخری کڑی اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کا پیغام رہتی دنیا تک کے لئے سرچشمۂ ہدایت ونجات ہے۔ اور آپ کی ذات مبارک تمام نوع انسانی کے لئے کامل اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت دو ہی ذرائع سے حاصل ہوتی رہی ہے۔ ایک اللہ کا کلام اور دوسرے انبیائے کرام کی سیرت۔ آج بھی کلام الٰہی قرآن پاک کی صورت میں اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، کامل شکل میں موجود ہے۔ جس سے تمام انسانوں کو رہتی دنیا تک حق کی روشنی حاصل ہوتی رہے گی۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس کی عملی تعبیر ہے۔

ہندوستان میں انسانوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو نہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے واقف نہیں ہے۔ بلکہ بعض وجوہ سے طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار بھی ہے۔ پھر یہ ملک وسماج، بدعنوانی، اونچ نیچ، چھوت چھات، بدامنی، عورتوں اور کمزور طبقات پر مظالم جیسے مسائل سے دوچار ہے جن کا کوئی حل کسی گروہ یا جماعت کے پاس نہیں ہے۔ اس صورتحال میں امت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ وہ بھٹکتی ہوئی انسانیت کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی صراط مستقیم سے واقف کرائے اور اسے بندگی رب کی دعوت دے تاکہ انسانیت کو تمام مسائل سے نجات مل سکے۔ اس فریضے کی ادائیگی میں بذات خود مسلمانوں کے عروج اور روشن مستقبل کی ضمانت بھی ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے تاکہ دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل ہوسکے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبے میں فرمایا: ”میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ جب تک تم اس پر مضبوطی سے جمے رہوگے ہرگز ناکام ونامراد نہیں ہوگے۔ وہ چیز ہے اللہ کی کتاب قرآن کریم۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچایا۔ کیا ہم اس پر عمل کررہے ہیں؟ بلاشبہ ہم سنت رسولؐ اور طریق رسول کی حفاظت ونصرت کا زبردست مظاہرہ کرتے ہیں۔ مگر یہ مظاہرہ کچھ لفظی بحثوں یا فروعی مسئلوں تک ہی محدود ہوتا ہے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا سب سے ابھرا ہوا پہلو یہ تھا کہ آپ ﷺ بندگانِ خدا کی ہدایت کے لئے بے چین رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں راہ راست پر لانے کے لئے ہر آن بے قرار رہتے تھے۔ جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبردست اذیتیں اٹھانی پڑیں۔ طائف میں لہولہان کئے گئے۔ کبھی مکے میں پتھر کھائے، مگر ایک تڑپ تھی کہ انسان ہدایت پر آجائے۔ اس کے برعکس آج ہمیں اس کام سے دلچسپی نہیں رہی۔ ہمارے اندر انسانیت کے لئے درد اور کوئی تڑپ نہیں رہی۔ آج سارا عالم تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ انسانوں کی اکثریت جہنم کی طرف جارہی ہے۔ آج ہماری دینداری پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے کہ انسانوں کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر حق کی روشنی میں پہنچائیں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔ دنیوی عیش وعشرت سے دور رہے۔ آپؐ نے جو چیز اپنے لئے پسند فرمائی امت کو بھی اسی کی تاکید کی۔ آپ کا ارشاد ہے: ”دنیا میں اس طرح رہو گویا کوئی اجنبی ہو۔ اس طرح رہو جیسے کوئی راہ گیر ہو“۔ ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ”اپنی دنیا کے لئے اسی طرح کماؤ گویا تم ہمیشہ رہوگے اور اپنی آخرت کے لئے اس طرح تیاری کرو جیسے کل ہی تمہیں مرنا ہے“۔

یعنی مومن سے اصل مطالبہ ترک دنیا نہیں بلکہ طلب آخرت ہے۔ وہ دنیا کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لے۔ تجارت، سیاست، امارت، سائنس اور ٹیکنالوجی، زندگی کے تمام شعبوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ مگر اس کا مقصد دنیا طلبی نہ ہو بلکہ رب کی رضا جوئی اور آخرت کی کامیابی ہو۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت و فرمانبرداری کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اور تمام باطل نظریات کو مسترد کردیں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہتے ہوئے اسے غالب کرنے کی کوشش کریں اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار رہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا عملی نمونہ ہمارے سامنے ہے کہ اس پر عمل کرکے ہی ہم دنیا وآخرت میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

جب تک ہم اس دعوت کا فریضہ اپنے اوپر واجب سمجھ کر انجام نہیں دیتے جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ہے تب تک ہمارے مسائل حل نہیں ہوسکتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعوت مشرکین مکہ کے سامنے پیش کی تو شرک اور اسلام کے درمیان معرکہ برپا ہوا۔ اسلام فتحیاب ہوا۔

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی بقا کا مسئلہ درپیش ہے۔ عالم کفر نے متحد ہوکر عالم اسلام پر یلغار کررکھی ہے۔ ایسے میں لازم ہے کہ ہم تاریخ کو دیکھیں۔ اسوۂ رسول کو دیکھیں جس نے انتہائی قلیل مدت میں اور کفر وضلالت اور جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں کی جگہ اسلام کا آفتاب منور کردیا تھا۔ اسی اسوۂ کو اختیار کریں یقیناً ہمارا ہدف حاصل ہوگا، ہمیں کامیابی میسر آئے گی۔ ●●

اسرائیل میں اقتدار کی تبدیلی

اختر علی

اسرائیل کی گزشتہ ساٹھ برسوں کی تاریخ ظلم، بربریت اور دہشت گردی سے عبارت ہے جس میں اس نے ایک طرف نہ صرف اپنی جغرافیائی حدود میں مسلسل اضافے کی پالیسی کو اپنائے رکھا تو دوسری جانب اس نے اس سرزمین کے اصل فلسطینی باشندوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اسرائیل کی اپنی مطلق العنان پالیسیوں کو کامیابی سے عملی جامہ پہنانے کی دو اہم وجوہ رہی ہیں۔ اولاً امریکہ اور اس کے حواریوں کی اسرائیل کے ہر اقدام کی اندھا دھند پشت پناہی اور ثانیاً دنیا کے ۵۷ اسلامی ممالک کے درمیان اتفاق واتحاد کا فقدان، جس کا اسرائیل بھرپور فائدہ اٹھاتا رہا ہے اور اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کیلئے کوشاں فلسطینی باشندے اب واضح طور پر دو نظریاتی گروپوں الفتح اور حماس میں بٹ چکے ہیں، جس میں مغربی کنارے میں اکثریت رکھنے والے الفتح گروپ کو اسرائیل کی حمایت حاصل ہے جبکہ غزہ میں بسنے والی حماس کی اکثریت اسرائیلی عتاب کا شکار ہے۔ اسرائیل نے غزہ میں معاشی ناکہ بندی کرکے اور وہاں مسلسل بمباری اور فائرنگ کرکے تاریخ کی بدترین مثال قائم کی جس کی تحقیق وتفتیش کے لئے اقوام متحدہ نے جنوبی افریقہ کے ایک جج رچرڈ گولڈ اسٹون کی سربراہی میں ایک ٹیم قائم کردی ہے۔ اس ٹیم کے قیام پر اسرائیل نے برہمی کا اظہار کیا ہے۔

ویسے تو اسرائیل کی کوئی بھی حکومت فلسطینیوں کے حق میں نہیں رہی، لیکن حال ہی میں دائیں بازو کی جماعتوں کے اتحاد سے بننے والی اسرائیلی حکومت فلسطینیوں کے لئے ایک خطرناک علامت ہے جس کے سربراہ اسرائیلی وزیراعظم اور لیکود پارٹی سے تعلق رکھنے والے بنجامن نیتن یاہو ہیں۔ بنجامن نیتن یاہو کی وزارت عظمیٰ کا یہ دوسرا دور ہے، اس سے قبل وہ ۱۹۹۶ء سے ۱۹۹۹ء کے درمیان بھی اسرائیلی وزیراعظم رہ چکے ہیں، جس دوران فلسطینیوں پر اسرائیلی جارحیت اپنے عروج پر تھی۔ بنجامن نیتن یاہو بنیادی طور پر فلسطینیوں سے امن معاہدے اور بالخصوص دو ریاستی فارمولے کے بالکل خلاف ہیں۔ بنجامن نیتن یاہو کا ماضی سخت گیر موقف اور پالیسیوں کی وجہ سے اتنا داغدار ہے کہ اسے مسلم ممالک تو کجا دیگر مغربی ممالک میں بھی اچھا شگون قرار نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ امریکی صدر بارک حسین اوباما جو تبدیلی کا نعرہ لئے کرسی صدارت پر جلوہ گر ہوئے ہیں اور مشرق وسطیٰ میں قیام امن بھی ان کا اہم نعرہ ہے، وہ بھی بنجامن نیتن یاہو کے منصب وزارت پر براجمان ہونے پر اپنے تحفظات کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے، کیونکہ وہ نہ صرف امن پراسیس کے خلاف ہیں بلکہ انھوں نے متعدد بار اس پراسیس کو سبوتاژ کرنے کی باقاعدہ کوشش کی۔ بارک اوباما اگر اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو کو عرب ممالک سے بات چیت کے لئے سیاسی محاذ پر آگے کرنا بھی چاہیں تو یہ ناممکن ہوگا کیونکہ عرب ممالک کی نظر میں بنجامن نیتن یاہو ایک انتہائی متنازعہ شخصیت ہے کہ جس سے بات چیت کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ابھی چند دن قبل ریاض میں سعودی وزیر خارجہ سعود الفیصل نے اپنے برطانوی ہم منصب ملی بینڈ کے ساتھ پریس کانفرنس کرتے ہوئے واضح لفظوں میں اسرائیل کی نئی مخلوط حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ وہ خطرناک پالیسیوں پر عمل پیرا ہیں، جو کہ مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی کوششوں میں بڑی رکاوٹ ہے۔ انھوں نے کہا کہ موجودہ صورتحال میں اسرائیل کے انتہاپسند حکمراں ٹولے کو صرف عالمی بالخصوص امریکی دباؤ ہی راہ راست پر لاسکتا ہے کہ وہ فلسطینیوں پر روا رکھے جانے والے مظالم کو بند کرکے قیام امن کی کوششوں میں پیش رفت کرے۔ انھوں نے مزید کہا کہ اسرائیلی حکومت فلسطینی علاقوں میں آباد کاری کے منصوبوں پر ابھی بھی بڑی تیزی سے کام کررہی ہے۔ سعودی عرب نے قیام امن کا فارمولہ دے رکھا ہے، جس کے مطابق وہ اور دیگر عرب ممالک اسرائیل کو بطور ریاست تسلیم کرلیں گے۔ اگر وہ ۱۹۶۷ء سے پہلے کی پوزیشن پر واپس چلا جائے۔ سعودی وزیر خارجہ کی یہ رائے بالکل صائب ہے کہ اب مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی کوششوں کو سبوتاژ کرنے کی اسرائیلی وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو اور ان کے ہم خیال وزیر خارجہ لائبرمین کی کوششوں کو عالمی برادری اور امریکہ دباؤ ڈال کر ناکام بناسکتے ہیں۔ اصل میں مسئلہ یہیں پر خراب ہوتا ہے کہ اسرائیل کو ہمیشہ امریکی حکومت اور وہاں پر بسنے والی بااثر یہودی لابی کی حمایت رہی ہے جس کی وجہ سے اسرائیل عالمی قواعد وضوابط کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے من مانی کرتا رہا۔ جب بھی اسرائیل کے خلاف کوئی قرارداد سلامتی کونسل میں پیش ہوئی، اسے امریکہ نے ویٹو کردیا۔ جب ۲۰۰۶ء میں اسرائیل نے لبنان پر حملہ کیا تو بھی اسے امریکہ کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی۔ اسی طرح چند ماہ قبل جب غزہ کا مکمل محاصرہ کرکے اسرائیل نے اس کی ناکہ بندی کردی تو بھی امریکہ نے اس ظالمانہ اسرائیلی اقدام کو جائز قرار دیا۔ اصل مسئلے کی جڑ تو یہی ہے کہ اسرائیل کو پوچھنے والا کوئی نہیں اور اگر کو کبھی کوئی قرارداد لائی جاتی ہے تو امریکہ اپنی چھتری تلے اسے پناہ دے دیتا ہے اور قرارداد کو ویٹو کردیتا ہے۔

بنجامن نیتن یاہو کے اسرائیل کا وزیراعظم منتخب ہونے کے بعد صورتحال مزید گمبھیر ہوچکی ہے۔ خدشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ نیتن یاہو اور نئی کابینہ میں اس کا ہم خیال ٹولہ مشرق وسطیٰ امن پراسیس میں زیادہ سے زیادہ تاخیری حربے استعمال کرکے فلسطینیوں، عربوں اور خود بارک اوباما کو الجھائے رکھیں گے۔ بلکہ ان خدشات کا بھی اظہار کیا جارہا ہے کہ ۱۹۴۸ء کی عرب اسرائیل جنگ میں بن گوریان ۱۹۶۷ء کی چھ روزہ جنگ میں موشی دیان اور ۱۹۸۲ء کے اسرائیلی ہیرو ایریل شیرون کی طرح بنجامن نیتن یاہو خطے میں کوئی بڑی گیم شروع کرکے یا ایران پر حملے کرکے اسرائیل کی صیہونی لابی میں امر ہونے کے خواہشمند ہیں۔ اوباما کی ایران کو بات چیت کی پیشکش اور ایران سے تعلقات بہتر بنانے کے عزم کو اسرائیل میں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جارہا۔ اسرائیل ایران کو اپنے وجود کے لئے بڑا خطرہ سمجھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بنجامن نیتن یاہو نے انتخابات کی مہم میں ایران کے خلاف نفرت انگیز جذبات کو پوشیدہ نہیں رکھا، بلکہ علی الاعلان کہا کہ اگر وہ منتخب ہوئے تو ایران کو کسی قیمت پر بھی نیوکلیئر ہتھیار حاصل کرنے نہیں دیں گے، چاہے اس کے لئے اسے کوئی انتہائی قدم ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ ایک اور موقع پر بنجامن نیتن یاہو نے ایرانیوں کو جرمن نازیوں سے تشبیہ دیتے ہوئے موجودہ وقت کا سب سے بڑا خطرہ قرار دیا۔ اسرائیل کے ایک مشہور اخبار ہاریٹز (Haretz) میں ایک معروف تبصرہ نگار الوف بین نے لکھا کہ بنجامن نیتن یاہو کے وزیراعظم بننے کے بعد ایران سے جنگ کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔ بین نے لکھا ہے کہ بنجامن نیتن یاہو کے مطابق اگر ایران کو زیادہ وقت دیا گیا تو اسرائیل کے لئے اس کو روکنا مزید مشکل ہوجائے گا۔ ایران کی ایٹمی تنصیبات پر اس وقت حملہ کم از کم تین سے چار برسوں کے لئے ایرانی خطرے سے نکال دے گا۔ یہ بالکل ایسا ہی آپریشن ہوگا جیسا کہ مینا ہم بیگن نے عراق کے اوسیراک نیوکلیئر ری ایکٹر کے خلاف کیا تھا جس کے بعد عراق دوبارہ اس منصوبے کو شروع نہ کرسکا۔ چند روز قبل امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے ”فنانشیل ٹائمز“ سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ان کے مطابق اسرائیل اس سال ایران کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ نہیں کرے گا اور اگر اسرائیل نے ایسا کیا تو یہ انتہائی حیران کن بات ہوگی۔ جبکہ دوسری جانب عراق اور افغانستان میں امریکی ملٹری آپریشن کے انچارج جنرل ڈیوڈ پیٹریاس نے خبردار کیا ہے کہ اسرائیل کی جانب سے ایران پر حملے کے امکانات حقیقی خطرہ ہیں، کیونکہ اسرائیلی حکومت ایران کے ایٹمی پروگرام سے اتنی خوفزدہ ہے کہ وہ حفظ ماتقدم کے طور پر ایران پر پیشگی حملہ کرسکتا ہے۔ جنرل ڈیوڈ پیٹریاس کا یہ اندیشہ اسرائیل کے ملٹری انٹیلیجنس ڈائریکٹر آموس یدلن کے اس بیان کی روشنی میں درست نظر آتا ہے جس میں اس نے اسرائیلی پارلیمنٹ کنیسٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایران ٹیکنالوجی کی اس سرحد کو عبور کرچکا ہے کہ جہاں اب اس کے لئے ایٹم بم بنانا ناممکن نہیں رہا اور اس کے ساتھ ساتھ ایران نے زمین سے زمین تک مار کرنے والے میزائلوں کے بھی کامیاب تجربے کرلئے ہیں جو نیوکلیئر وار ہیڈ لے جانے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں۔ کچھ باوثوق رپورٹس کے مطابق اسرائیل نے ایران کے ایٹمی پروگرام کو نقصان پہنچانے کے لئے پیشہ ور قاتلوں، ایجنٹوں اور جعلی کمپنیوں کے ذریعے پوشیدہ جنگ شروع کردی ہے۔

بنجامن نیتن یاہو اور اویگڈر لائبرمین جس قماش کے صیہونی ہیں ان کی کٹر صیہونی پالیسیوں کی بنا پر وہ خود اسرائیل کے لئے بھی تباہ کن ثابت ہوں گے۔ بنجامن نیتن یاہو اور لائبرمین صرف ایران کے حوالے سے ہی انتہائی سخت موقف نہیں رکھتے بلکہ انھوں نے اپنے انتخابی منشور میں واضح اعلان کیا تھا کہ غرب اردن سے یہودی آبادی ختم نہیں ہوگی اور یروشلم مکمل طور پر اسرائیل کا حصہ ہے اور اس کا دارالحکومت ہے۔ انھوں نے عہد کیا تھا کہ برسر اقتدار آتے ہی حماس کا تختہ الٹ دیا جائے گا۔

بنجامن نیتن یاہو ایسا سفاک شخص ہے جو سمجھتا ہے کہ غزہ میں ۱۳۰۰ فلسطینیوں کی ہلاکتیں، ۵۰۰۰ زخمی اور دس ہزار بے گھر افراد اور ایک ماہ کی خوفناک جنگی صورتحال غزہ میں بسنے والے فلسطینیوں کو سبق سکھانے کے لئے کافی نہیں تھی، اس کو مزید جاری رہنا چاہئے تھا۔ اسرائیل کی تاریخ میں اسحاق رابن ایسا شخص تھا جو فلسطینیوں کے ساتھ صلح جوئی اور امن کے قیام کا حامی تھا جس پر بنجامن نیتن یاہو نے الزام لگایا کہ وہ نازی ہے اور رابن اسحاق کو ہر ممکن طریقے سے اس کے عہدے سے برطرف کردینا چاہئے۔ بنجامن نیتن یاہو نے رابن اسحاق کو ”غدار“ بھی قرار دیا تھا۔ اس کے چند روز کے بعد ہی ایک جنونی اور انتہا پسند یہودی نے رابن اسحاق کو قتل کردیا تھا۔ بنجامن نیتن یاہو کا دوسرا ساتھی اور موجودہ وزیر خارجہ لائبرمین کسی طرح بھی سفاکیت میں بنجامن نیتن یاہو سے کم نہیں ہے۔ اس کے خیال میں فلسطینیوں سے بالکل اسی طرح نپٹنا چاہئے جس طرح ولادیمیر پوتن نے ۱۹۹۰ء میں چیچنیا میں بمباری کرکے وہاں کی ایک تہائی آبادی کو ہلاک کردیا تھا۔ وہ ایسا صیہونی لیڈر ہے جو مصالحت اور مذاکرات کی زبان نہیں سمجھتا۔ وہ فلسطین کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا قائل ہے، وہ صرف جنگ کی زبان سمجھتا ہے۔ وہ اسرائیل کے مقبوضہ علاقوں کے فلسطینی باشندوں کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کرنے پر یقین رکھتا ہے۔ المختصر موجودہ مخلوط اور کٹر اسرائیلی حکومت میں فلسطین کے ساتھ سمجھوتے کے امکانات پہلے سے زیادہ معدوم ہوچکے ہیں۔ بنجامن نیتن یاہو تل ابیب میں پیدا ہوئے ہیں، جب ان کی عمر چودہ سال ہوئی تو ان کے والد امریکہ چلے گئے، جہاں پر بنجامن نیتن یاہو نے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۵ء میں انھوں نے میساچوسٹس سے گریجویشن کی، ہارورڈ میں پولیٹیکل سائنس میں ماسٹر کیا۔ نیتن یاہو نے واشنگٹن میں اسرائیلی سفارت خانے میں بھی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۸ء تک اقوام متحدہ میں اسرائیلی سفیر رہے۔ بنجامن نیتن یاہو کے بارے میں یہ رپورٹس بھی منظر عام پر آئی ہیں کہ اس کے پاس اسرائیل کے ساتھ ساتھ امریکہ کی بھی نیشنلٹی ہے اور اسرائیلی قوانین کے مطابق دوہری شہریت کا حامل شخص اسرائیلی وزیراعظم یا صدر کے عہدے پر فائز نہیں ہوسکتا۔ اس رپورٹ کو چھپانے اور منظر عام پر آنے سے روکنے کی حتی المقدور کوششیں کی جارہی ہیں۔ ادھر اگر اسرائیل میں مخلوط حکومت بنی ہے تو ادھر امریکہ میں بھی موجودہ کابینہ میں پچھلی کابینہ کے کئی افراد موجود ہیں۔ نیتن یاہو جو بھی اسرائیل میں برسر اقتدار ہے، اس سے تعاون امریکہ کی مجبوری بھی ہے اور ضرورت بھی۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ امریکہ کی مضبوط یہودی لابی اسرائیل کی سرپرستی کرتی ہے۔ دوسرے اگر کبھی مستقبل میں امریکہ کو ایران کے خلاف فوجی آپریشن کرنا پڑا تو اسرائیل ہی ایسا ملٹری پارٹنر ہے جو امریکہ کی بھرپور مدد کرسکتا ہے۔

تین سال قبل عام انتخابات میں اسرائیلی عوام نے قدیمہ پارٹی کے حق میں ووٹ دیا تھا تو انہیں قوی امید تھی کہ پارٹی اپنے وعدے کے مطابق اسرائیل اور فلسطین کے درمیان حتمی سرحدیں کھینچے گی اور دو مملکتی فارمولے کے تحت فلسطین کی علیحدہ ریاست کو تسلیم

باقی صفحہ ۵ پر

توکل

محمد سیف اللہ، کوٹہ (راجستھان)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور جہاں تک بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے) گھوڑے ان کے مقابلے کیلئے مہیا رکھو“۔ (سورہ الانفال: ۶۰) ”پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل تلاش کرو“۔ (سورۃ الجمعہ: ۱۰) زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو“۔

(سورہ ھود: ۴)

جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اس کے لئے وہ کافی ہے“۔ (سورہ الطلاق: ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح بھروسہ کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو وہ تمہیں بھی اسی طرح رزق دیتا جیسے کہ پرندوں کو دیتا ہے جو (صبح کو) خالی پیٹ نکلتے ہیں اور پیٹ بھرے ہوئے واپس لوٹتے ہیں“۔ (ترمذی) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو سب سے زیادہ طاقتور بننا چاہے وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرے“۔ آپؐ توکل کی دعا بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں (جانور کو) باندھ کر توکل کروں یا اسے آزاد چھوڑ کر توکل کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اسے باندھو اور توکل کرو۔ (ترمذی) حضرت معاویہ بن قرۃؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو یمن کے کچھ لوگ ملے آپؓ نے دریافت کیا کہ تم لوگ کون ہو؟ انھوں نے بتایا کہ ہم توکل کرنے والے ہیں (یمن کے متعدد لوگ اکثر حج میں بغیر سامانِ سفر کے آجاتے تھے، پھر لوگوں سے مانگا کرتے تھے) آپؓ نے فرمایا: تم لوگ توکل کرنے والے نہیں بلکہ (لوگوں سے مانگ کر) کھانے والے ہو، توکل کرنے والا وہ ہوتا ہے جو زمین میں دانہ بوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ فائدے کے حصول اور نقصان سے بچنے کے لئے سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر انحصار کرے اور سارے دینی و دنیاوی معاملات کو اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کردے اور ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ دل میں پوری طرح جاگزیں ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دیتا ہے نہ کوئی چھینتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

مغفرت طلب کرنا

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: ”تمہارا رب کہتا ہے، مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا“۔ (سورۃ المؤمنون: ۶۰) دوسری جگہ فرمایا: ”خدا ہی کو پکارو، خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ، یقیناً اللہ کی نعمت نیک کردار کے لوگوں سے قریب ہے“۔ (سورۃ الاعراف: ۵۶) ایک جگہ ارشاد ہے: ”اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا غفور ورحیم ہے“۔ (سورۃ المزمل: ۲۰) یہ بھی فرمایا ہے: ”اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ کر آؤ“۔ (سورہ ھود: ۳) اور یوں بھی فرمایا: ”اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں“۔ (سورہ آل عمران: ۱۷) ایک جگہ فرمایا: اگر کوئی شخص برا فعل کرگزرے یا اپنے نفس پر ظلم کرجائے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے درگزر کی درخواست کرے تو اللہ تعالیٰ کو درگزر کرنے والا اور رحیم پائے گا“۔ (سورۃ النساء: ۱۱۰) یہ بھی فرمایا: ”اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے“۔ (سورۃ النساء: ۴۸)

احادیث رسولؐ میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ”اس رات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم اتنے گناہ کرو کہ تمہارے گناہوں سے آسمان وزمین کے درمیان کی جگہ بھر جائے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہو تو وہ تمہیں بخش دے گا“۔ (مسند احمد) ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کو دعا (کی توفیق) ملی اسے قبولیت بھی ملی، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہی فرمایا ہے“۔ (طبرانی) حضرت انسؓ کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دعا سے درماندہ نہ رہ جاؤ، کیونکہ دعا کے ساتھ کوئی برباد نہیں ہوتا“۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو بھی مسلمان کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا قطع رحمی نہ ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے تین چیزوں میں سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے، یا تو اس کی دعا جلد قبول کرلیتا ہے یا آخرت کے لئے جمع کردیتا ہے یا پھر اسی جیسی کوئی برائی اس سے پھیر دیتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا، تب تو ہم زیادہ دعا کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے“۔ (مسند احمد، حاکم) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ”میرا بندہ میرے تعلق سے جیسا گمان رکھتا ہے میں اسی کے مطابق ہوتا ہوں اب وہ جو چاہے میرے تعلق سے گمان رکھے“۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ”اللہ تعالیٰ سے صرف اچھا گمان رکھو“۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دو یا تین بار ”ہائے میرے گناہ“ چلایا۔ آپؐ نے فرمایا، کہو: اے اللہ، آپ کی بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور آپ کی رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے زیادہ امید کی چیز ہے۔ اس نے پڑھ لیا تو آپؐ نے فرمایا: ”پھر دہراؤ۔ وہ دہرا چکا تو آپؐ نے فرمایا: ”پھر دہراؤ“۔ (یعنی تین بار) وہ دہرا چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں معاف فرما دیا۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ ستر بار اور مسلم کی روایت ہے کہ سو بار استغفار فرمایا کرتے تھے۔ نسائی میں حضرت خباب بن ارتؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ استغفار سکھایا: اے اللہ، ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر، میرے گناہوں کو معاف فرما دے، بلاشبہ تو بہت زیادہ گناہوں کو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے“۔ ابوداؤد میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کثرت سے استغفار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا ہر رنج دور فرما دے گا اور ہر تنگی سے نکال دے گا اور جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا وہاں سے اسے رزق دے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہر مرض کی کوئی دوا ہوتی ہے اور گناہوں کے مرض کی دوا استغفار ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: ”اس کیلئے خوشخبری ہے جس کے نامۂ اعمال میں زیادہ استغفار ہو۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن پاک تمہارا مرض بھی بتاتا ہے اور علاج بھی۔ تمہارا مرض تو تمہارے گناہ ہیں اور تمہاری دوا استغفار۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں سے اپنے لئے استغفار کی درخواست کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ تم نے گناہ نہیں کیا ہے (معصوم ہو اس لئے اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں زیادہ سنے گا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ، میں تجھ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جس کا تجھے علم ہے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس برائی سے جسے تو جانتا ہے اور تجھ سے معافی چاہتا ہوں اس چیز کے بارے میں جسے تو جانتا ہے بے شک تو غیب کا جاننے والا ہے“۔ مغفرت کا سب سے بڑا ذریعہ توحید ہے۔ جو توحید سے محروم ہے وہ مغفرت سے بھی محروم ہے اور جسے توحید ملی اسے مغفرت کا سب سے بڑا ذریعہ ملا: توحید اکسیر اعظم ہے، جس نے دل اور زبان سے اسے مانا اور اس کے شرائط پورے کئے اس کے گناہوں کی بخشش کا وعدہ ہے، کم سے کم اسے ہمیشہ کے لئے جہنم میں رکھا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا الٰہ الا اللہ، کوئی گناہ باقی نہیں چھوڑتا، نہ کوئی عمل اس سے سبقت لے جاتا ہے۔ ●●

دعوت

۲۵/اپریل ۲۰۰۹ء

رائے دہندگان کی الجھن

پندرہویں لوک سبھا کے لئے ہونے والے انتخابات کے دوسرے مرحلے کی پولنگ کے خاتمے تک بھی یہ واضح نہیں ہوسکا ہے کہ کیا تصویر ابھر کر سامنے آنے والی ہے۔ اس دوسرے مرحلے میں تو یو پی اے کے اندر موجود اختلافات شدید تر ہوگئے اور اس میں شامل پارٹیوں کے درمیان دوریاں اور بھی بڑھ گئیں، پہلے مرحلے سے ہی اس کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ کیونکہ اتر پردیش، بہار اور دوسرے صوبوں میں کانگریس اور یو پی اے میں شامل بعض دوسری اہم پارٹیوں کے درمیان انتخابی مفاہمت نہیں ہو پائی تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیٹوں کا بٹوارہ نہیں ہوسکا، لہٰذا بہار میں یہ صورت ہے کہ ایک ہی پارلیمانی حلقے میں، بی جے پی کا امیدوار بھی ہے، کانگریس کا امیدوار بھی ہے اور آر جے ڈی کا امیدوار بھی ہے۔ کمیونسٹ پارٹیوں کا بھی نہ کانگریس کے ساتھ تال میل ہوسکا ہے اور نہ آر جے ڈی کے ساتھ اس لئے اس کے امیدوار بھی میدان میں ہیں، دوسری طرف بی جے پی اور جنتا دل (متحدہ) ایک ساتھ الیکشن لڑ رہے ہیں۔ اسی طرح جھارکھنڈ میں بھی یو پی اے میں شامل پارٹیاں آمنے سامنے ہیں۔ اتر پردیش میں یہ صورتحال اور بھی نازک ہوگئی ہے اس لئے کہ یہاں بی جے پی، کانگریس، سماجوادی پارٹی اور بہوجن سماج پارٹی ایک دوسرے کے مقابلے پر ہیں۔ گویا دیکھا جائے تو بھارتیہ جنتا پارٹی کا ووٹ تو اپنی جگہ محفوظ ہے، غیر بی جے پی ووٹ کم از کم تین جگہوں پر تقسیم ہوگا۔ اتر پردیش اور بہار کے نتائج نئی صورت گری کو متاثر کریں گے۔ جھارکھنڈ کا وزن بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ادھر اڑیسہ میں جہاں پچھلے الیکشن میں یو پی اے اور این ڈی اے کے درمیان معرکہ برپا ہوا تھا جنہیں اس بار یہاں بی جے پی، کانگریس اور تیسری طاقت کے درمیان لڑائی ہے، یعنی ایک طرف بی جے پی تنہا ہے اور دوسری طرف کانگریس اور تیسری طاقت ہے۔ آسام میں بھی کم وبیش یہی صورت ہے۔ جنوب کی حالت یہ ہے کہ کہیں تو سیدھا سیدھا مقابلہ ہے اور کہیں ووٹوں کا بکھراؤ صاف نظر آرہا ہے۔

کیرل میں بظاہر تو یو ڈی ایف اور ایل ڈی ایف دو محاذ ہیں، مگر بعض دوسری طاقتیں بھی ہیں، کرناٹک میں بی جے پی ایک سب سے بڑی سیاسی قوت بن گئی ہے، یہاں بھی ایک طرف بی جے پی اور اس کے اتحادی ہیں تو دوسری طرف کانگریس ہے اور تیسری طاقت بھی ہے۔ آندھرا پردیش میں کانگریس، بی جے پی، تلگو دیشم پارٹی کے درمیان مقابلہ آرائی ہے۔ مہاراشٹر میں کانگریس، بی جے پی، شیوسینا اور نیشنلسٹ کانگریس پارٹی میدان میں ہے۔ مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ میں بی جے پی اور کانگریس کے درمیان سیدھا مقابلہ ہونے والا ہے۔ کم وبیش یہی صورتحال راجستھان کی بھی ہے اور گجرات کا حال بھی یہی ہے۔ پنجاب میں کانگریس ہے اور اس کے مقابلے میں بی جے پی، اکالی دل کا اتحاد ہے۔ تامل ناڈو میں کانگریس اتحاد اور تیسری طاقت کا اتحاد آمنے سامنے ہے۔ لیکن کہیں بھی کسی ایک پارٹی یا اتحاد کے حق میں لہر نہیں ہے۔ شمال مشرق کی صورتحال بھی بہت واضح ہوکر سامنے نہیں آئی ہے۔ حالانکہ تمام سیاسی جماعتوں نے اس بار ایشو کی بنیاد پر الیکشن لڑنے کی بات کہی تھی لیکن ابھی تک ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی ہے۔ جہاں پہلے مرحلے میں تمام بڑی سیاسی پارٹیوں نے اپنے سیاسی مخالفین کے لیڈروں کی کردار کشی پر زور صرف کیا تھا وہیں دوسرے مرحلے کی انتخابی مہم کے دوران یو پی اے کی پارٹیوں کے درمیان تلخیاں بڑھی ہیں اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ آر جے ڈی کے سربراہ کانگریس پر کڑی تنقیدیں کر رہے ہیں تو دوسری طرف وزیر اعظم اور وزیر خارجہ آر جے ڈی کے سربراہ پر جوابی الزامات کی بوچھار کر رہے ہیں۔ یہی حال یو پی اے کے دوسرے اتحادیوں کا ہے، ادھر بائیں بازو کے لیڈر بھی کانگریس اور بی جے پی دونوں کو برابر کی خرابی قرار دے رہے ہیں۔ یہ عجیب وغریب صورتحال ہے۔ جس کے نتیجے میں تلخیاں بڑھ رہی ہیں اور رائے دہندگان کی الجھن بھی۔

مسائل کے حل کے لئے افہام وتفہیم کا راستہ اختیار کیا جانا چاہئے

ہرکسی کو ایک ہی رنگ میں رنگنے کی کوششیں کش مکش اور ٹکراؤ پر منتج ہوسکتی ہیں، اس سے پرہیز ضروری ہے

دنیا کے مختلف ملکوں اور مختلف حلقوں میں سیکولرزم کے نام پر سب کو ایک ہی رنگ میں رنگنے کی کوششیں منظر عام پر آتی رہتی ہیں بالخصوص اسکولوں میں مذہبی علامات وشناخت والی اشیاء پر پابندیاں زیر بحث آتی رہتی ہیں کہ کسی بھی قسم کی مذہبی شناخت اور علامت کے ساتھ اسکول میں بچوں اور ٹیچروں کو داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ گزشتہ دنوں بھارت میں مدھیہ پردیش کے ودیشا ضلع کے سرونج میں نرملا کانوینٹ ہائر سیکنڈری اسکول میں محمد سالم کی داڑھی کا مسئلہ کافی موضوع بحث رہا جو سپریم کورٹ تک پہنچ گیا اور جسٹس کاٹجو کے زبانی گفتگو میں غیر ضروری باتیں کہہ دینے سے ایک نیا تنازعہ برپا ہوگیا۔ اس دوران برطانیہ کے جنوب مشرقی ویلز میں ایبر ڈیکر سے متصل ایک گرلز اسکول کی پندرہ سالہ طالبہ واتکنس سنگھ کے سلسلے میں لندن کے ہائی کورٹ نے ایک تاریخ رقم کردی ہے جس نے واتکنس سنگھ کو سکھ دھرم کی ایک علامت کے طور پر کیڑا پہننے کی اجازت نہ دینے کو امتیاز اور بھید بھاؤ قرار دے کر اسکول کو قانونی مصارف کے طور پر دو لاکھ پونڈ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

پندرہ سالہ ساریکا واتکنس سنگھ ویلز پنجابی مخلوط النسل طالبہ کو نومبر ۲۰۰۷ء میں کڑا اتارنے سے انکار کرنے پر اسکول سے خارج کردیا گیا تھا۔ اسکول کا سختی کے ساتھ یکساں پالیسی پر عمل کا دعویٰ ہے۔ جو طالبات کو کسی بھی قسم کی مذہبی علامت یا زیور سوائے کلائی کی گھڑی اور سادہ کان کی کیل کے پہننے یا استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ واتکنس سنگھ نے ہائی کورٹ میں دہائی دے دی کہ اسکول کو اسے تعلیم جاری رکھنے اور کڑا پہننے دینے کا حکم دیا جائے۔ لندن ہائی کورٹ کے جج نے گزشتہ سال جولائی میں اپنی رولنگ دی کہ اسکول نسلی تعلقات اور مساوات پر مبنی قوانین کے تحت امتیاز کا قصوروار ہے۔ جج مذکور نے کہا کہ کڑا پہننا طالبہ کے سکھ دھرم پر یقین کے اظہار کی علامت ہے۔ اس کو غیر قانونی طور پر امتیاز اور بھید بھاؤ کا شکار بنایا گیا ہے۔

اس دوران مدھیہ پردیش کے نرملا کانوینٹ ہائر سیکنڈری اسکول سرونج کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک اطمینان بخش پرامن، مخلصانہ اور معقول قدم یہ اٹھایا گیا کہ جماعت اسلامی مدھیہ پردیش وچھتیس گڑھ کے سکریٹری برائے معاشرتی وقومی مسائل انور صفی کی سربراہی میں معزز مسلمانوں کے ایک وفد نے بھوپال کے آرک بشپ ڈاکٹر لیو کارنیلیو سے مل کر بات کی اور اس ناگوار مسئلہ کو جس کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی لیکن جس سے ملک کی دو اقلیتوں کے درمیان تلخیاں پیدا ہوگئیں کہ معاملہ سپریم کورٹ تک پہنچ گیا اور فاضل جج کے غیر ضروری ریمارک سے مسلمانوں کو کورٹ سے شکایت پیدا ہوگئی۔ جس کے تحت ایک مسلم نوجوان کو اسکول کے ضابطہ کے تحت داڑھی رکھنے سے منع کردیا گیا۔ سپریم کورٹ نے اقلیتوں کے ذریعے چلائے جانے والے اسکولوں کے معاملے میں مداخلت کرنے سے انکار کردیا۔

جماعت اسلامی کے سکریٹری اور عمائدین شہر کے وفد نے جس میں ابراہیم قریشی سکریٹری دعوت جماعت اسلامی مدھیہ پردیش وچھتیس گڑھ پروفیسر ضمیر الدین سوشل ایکٹیوسٹ اور مسٹر عبدالواحد حارث شامل تھے، آرک بشپ کو ایک میمورنڈم بھی پیش کیا اور کہا کہ یہ ایک چھوٹا سا مسئلہ تھا جسے دونوں فریق باہم بآسانی حل کرسکتے تھے، مگر وہ سپریم کورٹ تک پہنچ گیا جس سے دونوں فرقوں کے درمیان تلخیاں اور دوریاں پیدا ہوئیں اور اگر بروقت اس کا سدباب نہ کیا گیا تو مستقبل میں اس ملک میں فسطائی طاقتوں کی طرف سے مستقل شکار بنائے جارہے دو اقلیتی فرقوں کے حق میں اس سے مزید سنگین اور برے نتائج پیدا ہوسکتے ہیں۔ آرک بشپ نے تسلیم کیا کہ یہ معاملہ دونوں فرقوں کے بیچ غیر ضروری طور پر اختلاف کا باعث بن گیا ہے اور اگر شروع ہی میں دونوں طرف کے سنجیدہ وسمجھدار افراد مل بیٹھ کر اسے حل کرنے کی کوشش کرتے تو یہ صورتحال پیدا نہ ہوتی۔ جبکہ میڈیا نے غیر ضروری طور پر ابھار کر دونوں فرقوں کے دشمنوں کو خوش کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ وفد نے آرک بشپ کو اس امر پر توجہ دلائی کہ پیغمبر اسلام اور حضرت عیسیٰ سمیت سبھی مذاہب کے پیشواؤں نے ہمیشہ داڑھی رکھی ہے جبکہ مسلمانوں کے جذبات اس سے اس لئے جڑے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی زندگی کے ہر شعبے میں اتباع کرنا ان کے لئے لازمی ہے۔ آرک بشپ نے سنجیدگی اور خیرسگالی کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ماتحت فادر آنند تنگل سے جو کیتھولک چرچ کے اسٹیٹ میڈیا انچارج ہیں کہا کہ وہ تحقیقات کریں کہ کس طرح یہ حالات پیدا ہوئے اور کیوں اسکول کے ذمہ داروں نے اسے حل کرنے میں تساہل برتا۔ انھوں نے یقین دلایا کہ وہ ایک کمیٹی قائم کرکے یہ دیکھیں گے کہ اس طرح کے کام ضابطوں کو ختم کرانے کیلئے اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کریں گے جو ریاستی اور قومی سطح پر آئندہ ایسے حالات پیدا کرنے کا باعث نہ بنیں۔ لندن ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ آف انڈیا کے فیصلوں کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق حکمت وموعظت سے تمام مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ ہمیں اس امر کو ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت ہے۔

●●

بدلہ پھر چکائیے گا!

وسعت اللہ خان
(بی بی سی اردو سروس)

پچھلے ایک ہفتے سے میں بھارت میں ہوں اور شام کو کام کاج سے فراغت کے بعد صرف مقامی ٹی وی چینلز دیکھتا ہوں۔ ممبئی حملوں کو پانچ ماہ گزرنے کے بعد بھی شاید ہی کوئی چینل ایسا ہو جس پر کم از کم دو گھنٹے پاکستان کا تذکرہ نہ ہوتا ہو۔ مگر یہ تذکرہ طالبان اور دہشت گردی سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔ اور خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ طالبان، پاکستان اور دہشت گردی دراصل ایک ہی سکے کے تین رخ ہیں۔

بہت کم لوگ یہ تسلیم کرنے پر تیار ہیں کہ آج کا پاکستان دہشت گردی کے خنجر سے اس بری طرح نڈھال ہے کہ اس کا ریاستی ڈھانچہ تیزی سے خون بہنے کے سبب خطرناک رفتار سے غشی میں جارہا ہے۔

میڈیا اور اس کے توسط سے زیادہ تر مقامی لوگوں کا یہی رویہ ہے کہ یہ پاکستان کی ہی لگائی ہوئی آگ ہے...... اب وہ بھگتے...... ہمیں کیا؟

یہ بالکل وہی ذہنی رویہ ہے جس کا پاکستان سن ۸۰ اور ۹۰ کی دہائی میں شکار ہوا تھا۔ یعنی یہ افغانستان کی آگ ہے۔ ہمیں کیا...... مجاہدین جانیں، روس جانے، امریکہ جانے یا خدا جانے...... ہمیں تو افغانستان نے ہمیشہ دشمنی کا ہی تحفہ دیا ہے۔ اب بھگتے......

یہ کشمیر کی آگ ہے...... بھارت جانے...... کشمیری جانیں...... وہاں گھسنے اور لڑنے والے جانیں...... ہمیں کیا...... ویسے بھی ساٹھ برس میں بھارت نے ہمیں دیا ہی کیا ہے سوائے نقصان اور دشمنی کے...... اب بھگتے کشمیر کو......

اس زمانے میں بہت ہی کم پاکستانیوں کو احساس تھا کہ 'یہ تیر وہ ہے کہ جو لوٹ کر بھی آتا ہے'۔ چنانچہ ہم سب نے اپنی زندگیوں میں ہی دیکھ لیا کہ افغان مجاہدین کیسے افغان طالبان بنے اور پھر کیسے پاکستانی طالبان میں تبدیل ہوگئے اور کشمیر میں لڑکر لوٹنے والے کیسے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اب حالت یہ ہے کہ دو تہائی پاکستانی کسی نہ کسی قسم کے فرقہ وارانہ، قوم پرستانہ یا مذہبی شدت پسندانہ بحران میں مبتلا ہیں اور پہلی بار متعدد سروں والا یہ خطرہ کسی پاکستانی حکومت کو نہیں بلکہ ریاست کے وجود اور حاکمیت کو لاحق ہے۔

یہ بات اگر دہلی میں کسی سے کی جائے تو عمومی جواب ملتا ہے کہ ہمیں پاکستان کے حالات پر تشویش اور ہمدردی ہے مگر ممبئی...... مگر کشمیر......؟؟؟

کوئی یہ سمجھنے کو تیار نہیں کہ اس وقت پاکستانی ریاست کو جو بحران لاحق ہوچکا ہے اس نے ملک کو ایٹمی وحدات سے بنے ہوئے ایک ایسے جار میں بدل دیا ہے کہ اگر یہ جار ٹوٹا تو تیزاب دور دور تک پھیلے گا۔

بہت کم لوگ یہ سمجھ پارہے ہیں کہ افغانستان سے نکلنے والا جو وائرس اس وقت پاکستان کو بے دم کر رہا ہے وہ ایک متعدی وائرس ہے جس کے آگے سرحدیں بے معنی ہیں۔ منھ پر حفاظتی نقاب ڈالنے، خود کو اپنے اپنے مفاد کے قرنطینہ میں بند کرنے یا مریض کو اس کے حال پر چھوڑ بھاگنے سے وائرس پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ چنانچہ پاکستانی ریاست کی بقا کی ضرورت اب پاکستانیوں سے زیادہ عالمی برادری کو ہے۔

یہ وقت مریض کو اس کی سنگین غلطیاں اور بے اعتدالیاں یاد دلانے یا دھمکیوں اور ڈانٹ ڈپٹ کا نہیں ہے بلکہ امداد کی ٹھنڈی پٹیاں رکھنے اور اپنے پر یقین بحال کروانے والے طاقتور کیپسول کھلانے کا ہے...... اس متعدی مرض سے نمٹنا کسی ایک کے بس کی بات نہیں۔ یا تو اپنا پڑوسی بدل لیں اگر نہیں تو پھر پیچھا چھوڑیئے اور بڑے ہوجائے۔ پرانے بدلے چکانے کے لئے زندگی پڑی ہے میاں...... (کالم بات سے بات)

دُنیا بھر کے مالیاتی داروں کا اجلاس آئندہ ہفتے ہوگا

ولیم ایگل (واشنگٹن)

آئندہ ہفتے کے آخر میں دنیا بھر کے مالیاتی اداروں اور غیر سرکاری ترقیاتی تنظیموں کے عہدیدار عالمی بینک اور موسم بہار کی میٹنگوں کے لئے واشنگٹن میں جمع ہوں گے۔ زیر بحث موضوعات میں یہ سوال بھی شامل ہوگا کہ گزشتہ مہینے جی۔۲۰ کے لیڈروں نے جو ایک کھرب ڈالر مختص کئے ہیں۔ انہیں کس طرح استعمال کیا جائے۔

ترقیاتی تنظیموں کے لئے، یہ میٹنگیں ان معاملات پر بات چیت کا موقع فراہم کریں گی جو جی۔۲۰ کے ملکوں کی میٹنگ میں پوری طرح طے نہیں ہوسکے تھے۔ لندن میں گزشتہ مہینے جی۔۲۰ کے گروپ نے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کو ایک کھرب ڈالر کی رقم دینے کا وعدہ کیا تاکہ ترقی پذیر دنیا کے جو ملک عالمی مالیاتی بحران سے متاثر ہوئے ہیں، انہیں قرضے دیئے جاسکیں اور مشکلات پر قابو پانے میں ان کی مدد کی جاسکے۔ لیکن کچھ سوال ابھی جواب طلب ہیں۔ مثلاً جی۔۲۰ کے گروپ نے افریقی اور ایشیائی ترقیاتی بینکوں جیسے کثیر الملکی اداروں کو ایک کھرب ڈالر فراہم کرنے کا وعدہ کیا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ رقم کہاں سے آئے گی۔

ماہرین یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ جی۔۲۰ کے ملکوں نے جو تجاویز دی ہیں، ان پر عمل کس طرح کیا جائے گا۔ مثلاً ایک تجویز یہ ہے کہ ڈھائی سو ارب ڈالر کی رقم بین الاقوامی مالیاتی فنڈ یعنی آئی ایم ایف کی ریزرو کرنسی کے لئے جاری کی جائے۔ اس کرنسی کو Special Drawing Rights یا SDR کہا جائے گا اور یہ ان ملکوں کو دی جائے گی جنہیں عالمی مالی انحطاط کے اثرات پر قابو پانے میں مدد کی ضرورت ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ تقریباً ۱۹ ارب ڈالر کم آمدنی والے ملکوں کو اور ساٹھ ارب ڈالر میکسیکو اور برازیل جیسے درمیانی آمدنی والے ملکوں کو ملیں گے۔ SDRs کو آئی ایم ایف کے رکن ممالک میں ان کے ووٹنگ کے حق کے سائز کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا۔

Soren Ambrose نیروبی میں قائم Action Aid International کے کوآرڈی نیٹر ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "بڑی صنعتی معیشتوں کو، جن کے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے ایگزیکیٹیو بورڈ میں زیادہ ووٹ ہیں، زیادہ Special Drawing Rights یعنی SDR ملیں گے اور غریب ملکوں کو کم۔ رکن ملک پھر یہ کرسکتا ہے کہ آئی ایم ایف کی ریزرو کرنسی کو نکالے اور اسے نقد رقم کی شکل میں وصول کرلے۔ اس رقم پر اس ملک کو کرنسی کو تبدیل کرنے کی فیس کے طور پر آئی ایم ایف کو صرف باقاعدہ سود کی رقم ادا کرنی ہوگی۔ یہ فیس ہر سال باقاعدگی سے اس وقت تک ادا کی جانی چاہئے جب تک کہ پورا قرض ادا نہ ہوجائے"۔

جی۔۲۰ کے گروپ نے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے سونے کا چار سوٹن کا محفوظ ذخیرہ فروخت کرنے پر بھی اتفاق کیا۔ توقع ہے کہ اس اقدام سے گیارہ ارب ڈالر کی رقم حاصل ہوگی اور اس کا ایک حصہ ترقی پذیر ملکوں کی مالی ضروریات پوری کرنے کے کام آئے گا۔ مسٹر Ambrose کہتے ہیں: "جو کام اب تک نہیں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آئی ایم ایف کے اندر کوئی ایسا طریقہ کار قائم کیا جائے کہ سونے کی فروخت سے جو نقد رقم حاصل ہو، اسے کم آمدنی والے ملکوں کو دیا جاسکے۔ فی الحال تو اس رقم کو صرف آئی ایم ایف کے اخراجات کے لئے، اسٹاف کی تنخواہوں اور انتظامی اخراجات کی ادائیگی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس موسم بہار کی میٹنگ میں یہ معاملہ طے ہوسکتا ہے۔ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم سونے کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم کے استعمال کے لئے نئے ضابطے بنا رہے ہیں، لیکن اب تک کسی نے اس کے لئے کچھ کیا نہیں ہے"۔

موسم بہار کی میٹنگوں میں ترقیاتی سرگرمیوں میں حصہ لینے والے بہت سے کارکن اس بات پر زور دیں گے کہ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور عالمی بینک، غریب ملکوں کو قرض دینے کے بجائے عطیات دیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرضوں سے افریقہ میں ایک بار پھر مالیاتی بحران پیدا ہوجائے گا۔ افریقہ کے ملکوں پر اب بھی چالیس کروڑ ڈالر کا قرضہ ہے۔ اگرچہ کئی غریب ترین ملکوں کا قرضہ معاف کردیا گیا ہے۔ کارکنوں کی یہ کوشش بھی ہے کہ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور عالمی بینک امدادی رقوم دیتے وقت، غریب ملکوں کو سرکاری اخراجات میں کمی اور شرح سود میں اضافہ جیسے سخت مالیاتی اقدامات پر مجبور نہ کریں، جیسا کہ عام طور پر قرض لینے والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا کیا گیا تو ان ملکوں کی اقتصادی مشکلات اور غریب عوام کے مصائب میں اضافہ ہوجائیگا۔ اس کے بجائے، ان ملکوں میں تعلیم اور صحت جیسے عوامی بھلائی کے شعبوں میں اخراجات جاری رہنے چاہئیں۔ ●●

صومالیہ میں شریعت کا نفاذ

واشنگٹن۔ صومالیہ میں حزب اختلاف کے ایک انتہا پسند گروپ نے، جو عسکریت پسند تنظیم الشباب سے منسلک ہے، ہفتے کے روز (۱۸/اپریل کو) پارلیمنٹ میں اسلامی قانون کے بل کی منظوری کا محتاط انداز میں خیر مقدم کیا ہے۔ سخت موقف کے حامل دھڑے حزب الاسلام کے ترجمان موسیٰ عبدارالے نے صومالیہ کے دارالحکومت میں نامہ نگاروں کو بتایا کہ پارلیمنٹ کا یہ تاریخی فیصلہ دھڑے کے خیال میں امن کی طرف پہلا مثبت قدم ہے۔

صومالی علماء حزب اختلاف کے کچھ گروپوں کی جانب سے ایک اہم مطالبے کو پورا کرتے ہوئے ملک کی عبوری پارلیمنٹ نے اسلامی شریعت کو ایک قومی قانون کے طور پر اپنانے کے لئے ہفتے کے روز متفقہ طور پر ووٹ دیئے۔ ترجمان نے کہا کہ حزب الاسلام، اسلامی قانون کی منظوری کا خیر مقدم کرتی ہے۔ لیکن انھوں نے کہا ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ حکومت شریعت کو کتنی جلدی اور کس انداز میں نافذ کرتی ہے۔ موجودہ حکومت ایتھوپیا کے فوجیوں کے صومالیہ سے انخلاء اور سابقہ سیکولر حکومت کو ایک اعتدال پسند اسلامی عالم شریف شیخ احمد کی زیر قیادت حزب اختلاف کے ایک گروپ کے ساتھ مدغم کرنے کی اقوام متحدہ کی کوششوں کے بعد جنوری میں قائم ہوئی تھی۔

صومالیہ کی عبوری وفاقی پارلیمنٹ کو بعد میں توسیع دی گئی اور اس میں کئی سو مزید ارکان شامل کرلئے گئے جن میں بہت سے اسلام پرست بھی تھے۔ اس کے بعد پارلیمنٹ نے شریف شیخ احمد کو نئی متحدہ حکومت کے صدر کے طور پر منتخب کرلیا۔ اتوار کے روز (۱۹/اپریل کو) موغادیشو کے ایک اسٹیڈیم میں سیکڑوں لوگ اسلامی قانون کی منظوری کے پارلیمنٹ کے فیصلے کی حمایت کے اظہار کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ جب ہجوم نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا تو صومالیہ کے عہدیداروں نے حزب اختلاف کی جماعتوں سے اپنے ہتھیار ڈالنے کی اپیل کی۔ انھوں نے کہا کہ اسلامی حکومت کے خلاف تشدد جاری رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ حزب اختلاف کی سب سے بڑی جماعت پہلے ہی ایسی شریعت کو قبول کرنے سے انکار کرچکی ہے جسے اقوام متحدہ کی تائید کی حامل حکومت نے منظور کیا ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ وہ قانون نہیں ہے جسے وہ نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے کنٹرول کے علاقے میں الشباب نے شریعت کی ایک انتہائی قدامت پسند صورت نافذ کر رکھی ہے جس کے تحت خواتین کو بدکاری کے الزام میں سنگسار کرنے، چوروں کے ہاتھ کاٹنے اور سرعام سزا دینے کی اجازت ہے۔

●●

فکر معاصر

یہ سیاسی دہشت گردی ہے

جونپور کے پارلیمانی حلقۂ انتخاب میں انڈین جسٹس پارٹی کے امیدوار شری بہادر سونکر کے مبینہ قتل کے بعد علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا ہے۔ جسٹس پارٹی کے سربراہ شری اُدت راج نے اس قتل کا ذمہ دار ضلع انتظامیہ کو ٹھہرایا۔ اُدت راج نے کہا کہ ہم نے اپنے امیدوار کے لئے حفاظتی بندوبست کی گزارش الیکشن کمیشن سے بھی کی تھی۔ مسٹر راج نے کہا کہ ہم نے اترپردیش کے چیف الیکٹورل افسر شری انوج کمار بشنوئی سے ۱۰/اپریل کو درخواست کی تھی مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی جس کے نتیجے میں ہمارے امیدوار کو قتل کردیا گیا۔ سونکر کے بھائی بابولال نے کہا کہ صبح چار بجے جب ہم نے اپنے بھائی کے کمرے میں دیکھا تو وہ وہاں نہیں تھے بعد میں ان کی لاش ایک درخت میں لٹکی ہوئی پائی گئی۔ بہادر سونکر کے قتل کو سیاسی انتہا پسندی بھی کہا جاتا ہے۔ خبر کے مطابق ایک امیدوار نے سونکر کو دھمکی دی تھی کہ وہ راستے سے ہٹ جائیں۔ سونکر خاندان کو شک ہے کہ اس قتل میں حکمراں جماعت کا ہاتھ ہوسکتا ہے کہ ریاست کی وزیراعلیٰ محترمہ مایاوتی نے سماجوادی پارٹی کو ذمہ دار ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے ایس پی پر الزام لگایا ہے کہ وہ ریاستی حکومت کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ابھی صرف الزام تراشیوں کا سلسلہ چل رہا ہے اور یہ بات کھل کر سامنے نہیں آسکی ہے کہ جونپور سے انڈین جسٹس پارٹی کے لوک سبھا کے امیدوار شری بہادر سونکر کے قتل میں کس کا ہاتھ ہے۔ اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ سونکر کا قتل سیاسی بنیاد ہی پر ہوا ہے۔ اگرچہ اس قتل کو خودکشی کا روپ دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ پولیس نے بھی اسے خودکشی قرار دے کر پیچھا چھڑانے کی کوشش کی تھی مگر جسٹس پارٹی کے ذمہ داروں اور سونکر کے عزیزوں کے دباؤ کے بعد اسے قتل کا معاملہ ماننا پڑا، سونکر کی لاش ایک درخت سے لٹکی ہوئی تھی جسے خودکشی کا روپ دینے کی کوشش کی گئی جبکہ لاش زمین سے لگ بھگ آٹھ میٹر اونچی تھی۔ اس طرح خودکشی کی بات کو تسلیم کیا جانا خلاف عقل ہے۔ اسی وجہ سے سونکر کی سیاسی پارٹی کے ذمہ داران اور مقتول لیڈر کے اہل خانہ اسے قتل ہی سمجھتے ہیں کیونکہ سونکر کو دھمکی آمیز ٹیلیفون کال بھی مل چکی تھی لہٰذا اسے قتل کا معاملہ تسلیم کرنے کی راہ صاف ہے۔

اس مرتبہ جو انتخابی مقابلہ آرائی کے آثار نظر آرہے ہیں ان کو پیش نظر رکھا جائے تو کوئی بھی شخص آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ کچھ لوگ الیکشن کے نتائج اپنے حق میں موڑنے کے لئے بہت کچھ کرسکتے ہیں سیاسی جماعتیں اور سیاسی لیڈر پارلیمنٹ میں اپنی عددی طاقت بڑھانے کے لئے بہت کچھ کرسکتے ہیں، بڑی سیاسی پارٹیوں کی مجموعی طاقتوں میں کمی کے پیش نظر چھوٹی چھوٹی سیاسی جماعتوں کے حوصلے بھی بلند ہیں، یہ بات تقریباً طے ہے کہ مرکز میں مخلوط حکومت ہی بنے گی اور اس مخلوط حکومت میں اہم حصہ داری کے لئے بعض سیاسی جماعتیں زیادہ سرگرمیاں دکھا رہی ہیں، الیکشن کمیشن نے اگرچہ پرامن انتخابی عمل کی تکمیل کے لیے چوڑے دعوے بھی کئے ہیں اور کمیشن کی جانب سے ایسا بندوبست کیا بھی جارہا ہے کہ پولنگ پرامن طور پر ہوسکے مگر سیاسی جماعتوں کی دوڑ کو روکنا الیکشن کمیشن کے بس میں شاید نہ ہوسکے۔ بہادر سونکر کی موت جسے قتل ہی سمجھا اور کہا جارہا ہے ایک طرح کی سیاسی دہشت گردی ہے اور اس دہشت گردی کو لگام دینے کی طاقت کس حکومت میں ہے؟ سونیا گاندھی کی جانب سے یہ کہنا کہ ''اندرونی دہشت گردی زیادہ خطرناک ہے''۔ بڑی اپوزیشن پارٹیاں بھڑک اٹھی ہیں کہ مسز گاندھی معافی مانگیں۔ ایسی صورت میں انتخابی انتہا پسندوں کو لگام دینے کی ہمت کون کرے گا؟ سونکر کی موت اگر خودکشی بھی مان لی جائے تو بھی اس کے اسباب سیاسی ہی ہوں گے۔ ان کو ٹیلیفون کے ذریعے دی جانے والی دھمکیوں کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے اور پھر اس بات کو ان کے مبینہ قتل سے بھی جوڑا جاسکتا ہے۔ کیونکہ سونکر نے دھمکیوں کو نظر انداز کردیا تھا، لہٰذا اگر انہیں راستے سے ہٹا دیا گیا ہو تو اس پر حیرت نہیں ہوگی۔ (آزاد ہند، کلکتہ)

معاشی بحران امیدوں کو نگل گیا

ترجمہ: طلعت عمران

ترقی یافتہ ممالک میں روزگار کے وسیع مواقع میسر ہونے کے باعث اکثر غریب ممالک کے لوگ یہیں کا رخ کرتے تھے۔ مگر معاشی بحران کے سبب مغرب کی نئی پالیسی کی وجہ سے اب بیشتر تارکین وطن نے اپنی امیدیں ''شمالی ممالک'' سے وابستہ کرلی ہیں۔ ماہرین کے مطابق اس سال تقریباً تیس فیصد لوگ جنوب سے شمال کی جانب ہجرت کرجائیں گے، جبکہ تارکین وطن کی بڑی تعداد دوبارہ اپنے آبائی ممالک کا رخ کررہی ہے۔ اس ضمن میں اقوام متحدہ کے سابقہ عہدیدار جوزف چیمی کا کہنا ہے کہ اسپین، جمہوریہ چیک اور متحدہ عرب امارات سے تارکین وطن کے انخلاء کی اطلاعات ملی ہیں۔ جلد ہی مزید تارکین وطن کا ایک ریلا، آبائی وطنوں کو چلا جائے گا اور یہ تعداد کروڑوں میں ہوگی۔ تارکین وطن سے متعلق پالیسی میں ایک دم اتنی بڑی تبدیلی، ایک دورے کے خاتمے کی نشاندہی کررہی ہے۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں معاشی ترقی کا جو سنہری دور شروع ہوا تھا، وہ اب اختتام پذیر ہے۔ بینکس پیسوں پر سانپ بن کر بیٹھ گئے، تجارت تنزلی کی جانب گامزن اور تارکین وطن خستہ حالی کا شکار ہیں۔ برطانوی تحقیقی ادارہ، برائے معاش ومعاشرت، کے مطابق تقریباً ۳۰۰۰۰ ملازمین، جن میں اکثریت غیر ملکیوں کی ہے، رواں سال کی ابتدائی سہ ماہی میں آئر لینڈ چھوڑ دیں گے۔ سابقہ سوویت یونین اور وسط ایشیا کے لاکھوں افراد بھی وطن واپس آنے پر مجبور ہیں۔ ۲۰۰۸ء میں ملائشیا میں صنعتوں کی بندش کی وجہ سے تقریباً دو لاکھ انڈونیشی، وطن واپس لوٹ گئے۔ جوں جوں معاشی بدحالی بڑھتی جارہی ہے تارکین وطن کی واپسی میں بھی تیزی آرہی ہے۔ انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے مطابق اس سال بحران کی وجہ سے تقریباً ۵۲ ملین افراد اپنی نوکریوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور اس کا سب سے زیادہ نقصان توانائی، طب اور الیکٹرانک انڈسٹری کو ہوگا۔ دوسری جانب تقریباً سات ملین سے زائد ایسے افراد کے بھی، جن کا ذریعہ معاش تیل کے کنوؤں سے وابستہ ہے، سڑکوں پر آجانے کا اندیشہ ہے۔

جاپان میں موجود تقریباً ۳۱۷۰۰۰ برازیلین میں سے ۱۰۰۰۰ عارضی طور پر مقیم ہیں، چونکہ جاپان میں رہائش، روزگار سے مشروط ہے، لہٰذا اس بحران کے بعد ان کا روزگار تو گیا ہی تھا۔ اب سر چھپانے کی جگہ بھی نہیں رہی۔ اس لئے یہ افراد واپسی کے لئے سامان سفر تیار کررہے ہیں۔ پچھلے کئی ماہ سے ہر ہفتے سیکڑوں افراد جاپان سے برازیل واپس جارہے ہیں۔ وہ لوگ جواب بھی جاپان میں بیروزگار گھوم رہے ہیں۔ ان کی راتیں چرچ اور پارکوں میں گزرتی ہیں۔ اسی اثناء میں تقریباً بیس ملین چینی دیہاتی باشندے، جو ملک کی تیزی سے ترقی کی جانب گامزن معیشت کی وجہ سے اپنا مستقبل سنوارنے کے لئے بڑے شہروں کی جانب منتقل ہوئے تھے، اب سین ڈونگ، ڈونگ گوان اور شنگھائی میں صنعتیں بند ہونے کی وجہ سے دوبارہ دیہات کا رخ کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے مائیگریشن پالیسی کے سربراہ ''ڈیمیٹریوس پیاڈیریو'' کہتے ہیں کہ اس معاشی بحران نے لوگوں کو ایک بڑی پریشانی سے دوچار کیا ہے اور خاص طور پر غیر ملکی تارکین وطن کے لئے تو یہ انتہائی گھناؤنی حقیقت ثابت ہورہی ہے۔ دوسری جانب مقامی لوگ تارکین وطن کی واپسی پر خوش ہیں۔ نومبر ۲۰۰۸ء میں یو ایس جرمن مارشل فنڈ نے برطانیہ، فرانس، اٹلی، جرمنی، پولینڈ اور نیدر لینڈ میں ایک سروے کیا، جس میں ۸۰ فیصد لوگوں کا خیال تھا کہ سرحدوں پر کنٹرول مضبوط کیا جائے، جبکہ ۷۳ فیصد افراد نے مطالبہ کیا کہ غیر قانونی طور پر آنے والے تارکین وطن کے لئے سخت سے سخت قوانین تیار کئے جائیں۔ ولادی میر پوتن کی یونائیٹڈ رشین پارٹی کی ذیلی تنظیم دی ینگ گارڈ، غیر ملکی ملازمین کو روس سے نکال رہی ہے، تنظیم کے ارکان کا کہنا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ آپ دوسرے ممالک کی معیشت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پیسہ اپنے گھروں کو بھیجیں۔ جمہوریہ چیک نے بھی ایسے غیر ملکی تارکین وطن کے لئے ۶۴۹ ڈالر اور یکطرفہ ہوائی جہاز کا ٹکٹ دینے کا اعلان کیا ہے، جو ملک چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ اسی طرح اسپین کی حکومت نے بھی ایک لاکھ افراد کو فی کس ۱۴۰۰۰ ڈالر دینے کا اعلان کیا ہے، بشرطیکہ وہ غیر ملکی کم از کم تین سال کے لئے اسپین چھوڑنے کو تیار ہوں۔ اسپین میں تقریباً ۲ء۵ ملین افراد بیروزگار ہوچکے ہیں۔ ماہرین آبادیات کا کہنا ہے کہ اگر یہی سلسلہ چلتا رہا تو عالمی نقل مکانی کا باب ڈرامائی طور پر ختم ہوجائے گا۔ پچھلے چالیس سال میں جس طرح عالمی معیشت پروان چڑھی اور غریب ممالک کے افراد نے اپنے خوابوں کی تعبیر کے لئے ترقی یافتہ ممالک میں جانا شروع کردیا تھا۔ ان دنوں ان ممالک کی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہوا، کیونکہ جدید صنعتیں ہونے کی وجہ سے لوگوں کو روزگار آسانی سے میسر آگیا۔

زیادہ تر صنعتی ممالک نے تارکین وطن کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور ۹۰ء کی دہائی تک تارکین وطن کی تعداد، دنیا کی آبادی کا تین فیصد ہوگئی۔ اب جوں جوں آبادی میں اضافہ ہورہا ہے، تارکین وطن کی تعداد گھٹتی جارہی ہے۔ شہروں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک میں تیزی سے پھیلتی ہوئی منڈیاں بھی تارکین کو آبائی وطنوں کی طرف لوٹنے پر مجبور کررہی ہیں۔ ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۶ء تک ہر سال تقریباً دس لاکھ افراد میکسیکو سے امریکہ میں داخل ہوتے تھے۔ امریکہ میں معاشی بحران کے باعث یہ باشندے اب واپس جارہے ہیں۔ اسی طرح لاکھوں ہندوستانی خلیج ریاستوں میں بیروزگار ہوجانے کے باعث واپسی پر مجبور ہیں۔ تارکین وطن واپسی کے نتیجے میں ترقی پذیر ممالک کی کمزور معیشت پر بے پناہ بوجھ بڑھ جائے گا۔ یہ لوگ بیرون ملک بڑی محنت اور مشقت سے کام کرکے پیسے کماتے اور اپنے خاندان کا پیٹ پالتے تھے۔ اسی لئے صرف پچھلے ایک عشرے میں منی آرڈر کے ذریعے بھیجی گئی رقم ۷۳ بلین ڈالر سے بڑھ کر ۲۸۳ بلین ڈالر تک جا پہنچی تھی۔ اس رقم کا تاجکستان کی معیشت میں حصہ ۴۵ فیصد، مالدوا کی معیشت میں ۳۵ فیصد اور ہنڈوراز کی معیشت میں پچیس فیصد ہے۔ تارکین وطن کے لئے بنائی گئی نئی پالیسی کے اثرات امیر ممالک پر بھی مرتب ہورہے ہیں۔ مثلاً برطانوی معیشت، تارکین وطن کے ملک چھوڑ جانے کی وجہ سے تنزلی کا شکار ہوگئی ہے، کیونکہ مقامی باشندے اتنے کم پیسوں پر کام کرنے کو تیار نہیں۔ ماہرین معاشیات کے مطابق غیر ممالک میں کام کرنے والے اپنی کمائی کا ۸۰ فیصد کھانے پینے، کپڑوں اور رہائش پر خرچ کردیتے تھے، جس سے مقامی تاجروں کی بھی چاندی ہوجاتی تھی۔ اہم بات تو یہ ہے کہ کسی بھی ادارے میں سب سے آخر میں غیر ملکی تارکین وطن کو ملازمت دی جاتی اور نکالتے وقت یہی افراد سرفہرست ہوا کرتے۔ اسی لئے ماہر عمرانیات، ہارورڈ ولیمز کا کہنا ہے کہ حکومت بھول رہی ہے کہ یہ افراد برے وقت میں ملکی معیشت کو سہارا دیتے ہیں۔ درحقیقت امیر ممالک اس وقت معاشی بحران کی وجہ سے تارکین وطن کے لئے مشکلات کھڑی کررہے ہیں، جو نہایت غلط اقدام ہے۔ کیونکہ تارکین وطن، مقامی باشندوں کے مقابلے میں زیادہ محنتی اور پھرتیلے ہوتے ہیں۔

مختلف ماہرین کے مطابق، یہ بتانا ابھی قبل از وقت ہے کہ کتنی تعداد میں لوگ اپنے گھروں کو واپس لوٹ رہے ہیں۔ ابھی کوئی اس بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں کہ تیرہ ملین میکسیکن، جو امریکہ میں مستقل رہائش پذیر تھے، اب اچانک گھروں کے لئے رخت سفر باندھ رہے ہیں۔ امیر ممالک میں روزگار کے مواقع کم ہوجانے کی وجہ سے ترقی پذیر ممالک سے تعلق رکھنے والے بیشتر افراد نئی منڈیوں میں قسمت آزمانے جارہے ہیں۔ لوگ روزگار کی تلاش کے لئے جنوب سے شمال کی جانب رواں دواں ہیں۔ لیکن اس ''عالمی بحران'' نے تارکین وطن کی بڑھتی ہوئی تعداد کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے، یوں کہئے، عالمی نقل مکانی کا ایک عظیم دور ختم ہونے کو ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں تارکین وطن

پچھلے چالیس برس سے لاکھوں لوگ، بہ سلسلہ روزگار دیہات سے شہر کی جانب اور غریب ممالک سے امیر ممالک منتقل ہوتے رہے۔ تقریباً دو سو ملین تارکین وطن، دوسرے ممالک میں اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈال کر، خوابوں کی تعبیر کے لئے سرگرداں ہیں، لیکن آج عالمی معاشی بحران کے سبب ممکنہ طور پر ہونے والی بڑی ڈرامائی تبدیلی کے باعث یہ تارکین وطن گھروں کی طرف واپس لوٹنے پر مجبور ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں تارکین وطن، دنیا کی آبادی کا ۲ء۳ فیصد تھے، جو ۲۰۰۰ء میں بڑھ کر ۲ء۹ فیصد ہوگئے۔ مگر آج یہ تناسب کمی کی جانب رواں ہے۔

اس ضمن میں مختلف ممالک کے اعداد وشمار درج ذیل ہیں:

☆روس میں تقریباً ۱۱ء۶ ملین تارکین وطن ہیں، جن کا تعلق مشرقی ایشیا یا مشرقی یورپ کے ممالک سے ہے اور یہ افراد زیادہ تر تعمیرات کے شعبے سے وابستہ ہیں اور اب تعمیرات کا کام رک جانے کے باعث ماسکو دو ملین تارکین وطن سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

☆برطانیہ کی ۲۰۰۴ء میں یورپی یونین میں شمولیت کے بعد زیادہ تر پولش روزگار کی خاطر وہاں منتقل ہوگئے تھے، اور اب موجودہ معاشی بحران کی وجہ سے تقریباً ۴۰۰۰۰ پولش برطانیہ چھوڑ کے جاچکے ہیں۔

☆جاپان میں تقریباً تین لاکھ برازیلین باشندے رہتے ہیں، لیکن موجودہ حالات میں زیادہ تر افراد بیروزگار ہوگئے ہیں اور جاپان چھوڑ کر جارہے ہیں، جس کی روک تھام کے لئے جاپانی حکومت تربیتی پروگرام کا آغاز کررہی ہے تاکہ انہیں نوکریاں ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔

☆اسپین میں ۴ء۱ ملین تارکین وطن ہیں، جن میں سے زیادہ تر کا تعلق فرانس اور رومانیہ سے ہے۔ یورپی ممالک میں اس وقت سب سے زیادہ بیروزگاری کی شرح اسپین میں ہے۔ جس کی وجہ سے اسپین کی حکومت نے ایک پلان ترتیب دیا ہے، جس کے مطابق مختلف ترغیبات کے عوض ملک چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امریکہ میں تیرہ ملین میکسیکن تارکین وطن رہائش پذیر ہیں جن کی واپسی کا سلسلہ تو اس وقت شروع نہیں ہوا، لیکن میکسیکن حکام نے اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال تارکین وطن کی تعداد میں ۷ ۳ فیصد کمی واقع ہوسکتی ہے۔ ●●

صومالیہ میں قزاقوں کی کارروائیاں، ایک جائزہ

آندریے ڈی نیسنیرا

صومالیہ کے ساحل کے نزدیک ایک امریکی سامان بردار جہاز کے کیپٹن کو قزاقوں نے پانچ دن تک یرغمال بنائے رکھا۔ کیپٹن رچرڈ فلپس اب رہا ہوکر اپنے گھر پہنچ گئے ہیں۔ اس واقعے سے دنیا بھر میں، بحری قزاقی کے سنگین مسئلے کے بارے میں تشویش کی نئی لہر دوڑ گئی ہے۔

لندن میں قائم International Maritime Bueau یا IBM نامی تنظیم سمندروں میں جرائم کا پتہ چلاتی ہے۔ اس تنظیم نے کہا ہے کہ خلیج عدن اور صومالیہ کے آس پاس کا سمندر بین الاقوامی جہاز رانی کے لئے خطرناک ترین علاقہ ہے۔

قزاقوں کے لئے گزشتہ سال کامیاب ترین سال تھا۔ اس ایک سال میں ایک سو گیارہ جہازوں پر حملہ کیا گیا، ان میں سے ۴۲ کو ہائی جیک کیا گیا اور عملے کے آٹھ سو پندرہ افراد کو یرغمال بنا لیا گیا۔ اگر موجودہ رجحان جاری رہا تو اس سال قزاقی کے حملوں کی تعداد پچھلے سال سے بھی زیادہ ہوجائے گی۔ ماہرین کہتے ہیں کہ صومالیہ کے ساحلوں کی آبی گزرگاہیں جو نہر سوئز کے ذریعے بحر ہند کو بحر احمر سے اور بحر روم اور یورپ کو ملاتی ہیں، انتہائی اہم ہیں۔

James Madison University کے J.Peter Pham اس بارے میں کہتے ہیں: ''تقریباً بیس ہزار جہاز ہر سال ان پانیوں سے گزرتے ہیں۔ دنیا کا بارہ فیصد تیل اور یورپ، مشرق وسطیٰ، ایشیا کے درمیان ہونے والی تجارت کا ۸۰ فیصد حصہ انہیں کے ذریعے آتا جاتا ہے۔ چنانچہ بین الاقوامی تجارت کے لئے یہ علاقہ شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے، خاص طور سے آج کل کے اقتصادی انحطاط کے زمانے میں بین الاقوامی تجارت پر کسی بھی قسم کا دباؤ نہیں پڑنا چاہئے''۔

تجزیہ کار کہتے ہیں کہ صومالی بحری قزاق چھوٹے بڑے ہر قسم کے جہازوں کو یہاں تک کہ تیل بردار سپر ٹینکرز تک کو نشانہ بناتے ہیں۔

Pham کہتے ہیں کہ انٹلی جنس سے پتہ چلا ہے کہ یہ کام دو بڑے گینگ کررہے ہیں، پہلے گینگ کا گڑھ EYl تو کا شہر ہے جو صومالیہ کے شمال مشرق میں Puntland کے خود مختار علاقے میں واقع ہے۔ دوسرے گینگ کا گڑھ صومالیہ کے جنوب مشرق میں Haraardheere کا قصبہ ہے۔ ان دو بڑے گروپوں کے علاوہ کچھ چھوٹے گینگ بھی یہ کام کررہے ہیں۔

امریکی فوج کے ریٹائرڈ کرنل Ralph Peters کہتے ہیں کہ صومالی قزاق اپنی کارروائیاں اپنے جہاز سے یا Mother Ship سے کرتے ہیں: ''جب انہیں کوئی شکار نظر آجاتا ہے تو وہ اپنے جہاز سے اسپیڈ بوٹس نکالتے ہیں۔ قزاق مشین گنوں سے اور شاید RPG-7 قسم کے راکٹ لانچرز سے لیس ہوتے ہیں۔ وہ سامان بردار جہاز پر آجاتے ہیں اور یا تو عملے کو دھمکیاں دیتے ہیں یا یہ پرانی فلموں کی طرح بڑے بڑے ہک پھینک کر جہاز پر سوار ہوجاتے ہیں''۔

ماہرین کہتے ہیں کہ قزاقوں کو سامان میں یا عملے میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ انہیں تو صرف زرتاوان چاہئے جو لاکھوں ڈالر فی جہاز تک ہوسکتا ہے۔

پیٹرس کہتے ہیں کہ قزاق کامیاب رہتے ہیں کیونکہ جہازوں کا عملہ مسلح نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر جہاز اپنے دفاع کے لئے لڑائی شروع کردیں تو انشورنس کی رقم میں بے پناہ اضافہ ہوجائے گا۔

Rand Corporation کے Peter Chalk کہتے ہیں کہ عملے کو اسلحہ نہ دینے کی ایک اور وجہ بھی ہے: ''اگر عملہ مسلح ہوا تو یہ بات یقینی ہے کہ قزاق فوری طور پر گولیاں چلانے لگیں گے کیونکہ انہیں یہ ڈر ہوگا کہ ان کا واسطہ مسلح عملے سے پڑنے والا ہے۔ چنانچہ عام طور سے یہ سوچا جاتا ہے کہ انسانی جانیں بچانے کے لئے اور تشدد کو کم سے کم رکھنے کے لئے اور قانونی وجوہ کی بنا پر بھی بہتر یہی ہے کہ عملے کو مسلح نہ کیا جائے''۔

قزاقی کے انسداد کے لئے بین الاقوامی برادری نے علاقے کے گشت کے لئے بحری جہاز بھیجے ہیں۔ اس ٹاسک فورس میں امریکہ، یورپی یونین، روس، چین اور ہندوستان کے جہاز حصہ لے رہے ہیں۔ لیکن Peter Chalk کہتے ہیں کہ یہ علاقے اتنا وسیع ہیں کہ اس میں گشت موثر نہیں ہوسکتا ہے۔ آپ بیس لاکھ مربع میل کے علاقے کی بات کررہے ہیں۔ یہ بہت بڑا رقبہ ہے اور پھر اس علاقے سے گزرنے والے جہازوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ بین الاقوامی جہازوں کی موجودگی سے اتنے بڑے علاقے میں جہازوں کو جامع سیکورٹی فراہم کی جاسکے۔

تجزیہ کار کہتے ہیں کہ صرف بحری جہازوں کی موجودگی سے علاقے سے قزاقی کے خطرے کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ بین الاقوامی برادری کو مسئلے کے اصل حل پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ صومالیہ میں ایک موثر حکومت کے قیام سے ہی اس مسئلے کا حل کیا جاسکتا ہے۔ ●●

عورتوں پر مظالم کی بنیاد کیا ہے؟

عارف عزیز (بھوپال)

جہیز سے متعلق سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں مرکزی حکومت اور ریاستی سرکاروں کو جو ہدایات دی تھیں وہ نہایت مفید ہیں حالانکہ اس سے جہیز کی لعنت ہندوستانی معاشرے سے ختم ہوجائے گی یہ نہیں کہا جاسکتا پھر بھی مذکورہ ہدایت پر خاطر خواہ عمل ہو تو جہیز کے مسئلے کی شدت کو کم کرنے میں مدد ضرور ملے گی۔

عدالت عالیہ نے مرکزی اور ریاستی حکومتوں پر زور دیا تھا کہ وہ اپنے تمام مرد ملازموں اور نوکری کے خواہشمند نوجوان کے لئے شادی میں وصول کئے گئے جہیز کی مکمل تفصیلات فراہم کرنا لازم کریں، جس میں ملازمان کو یہ بتانا بھی ضروری ہو کہ جہیز میں جو چیزیں حاصل کی گئی ہیں، انہیں بیوی کے حوالے یا اس کے نام کیا گیا یا نہیں، اگر عدالتی ہدایت کے مطابق قانون بنا کر حکومتیں اس پر سختی سے عملدرآمد کرتیں تو کچھ نہ کچھ مثبت نتائج حاصل ہوسکتے تھے کیونکہ کم از کم عوام کے ایک طبقہ یعنی ملازموں میں یہ خوف پیدا ہوجاتا کہ وہ جہیز کے نام پر لین دین میں احتیاط برتیں، خاص طور پر ملنے والے جہیز کو خرد برد نہ کریں، لیکن جہیز کی لعنت نے آج معاشرے میں جو اثر ونفوذ پالیا ہے اس کے خاتمے کے لئے کوئی ایک قدم کافی نہ ہوگا بلکہ وہ تمام اقدامات کرنے پڑیں گے جن کو آج تک اہمیت نہیں دی گئی۔ اسی لئے سپریم کورٹ نے اپنے اس فیصلے میں مزید کہا تھا کہ حکومتیں بھی جہیز کے خلاف عوام میں بیداری مہم چلائیں اور جہیز انسداد قانون ۱۹۶۱ء پر موثر طریقے سے عملدرآمد کے لئے ایماندار اور مجاز مشنری تیار کریں۔

یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اب تک نہ تو حکومت کی سطح پر اور نہ سماجی تنظیموں کی طرف سے ایسے اصلاحی قدم اٹھائے گئے جو موثر ثابت ہوتے، اسی وجہ سے ملک کے مختلف حصوں میں آج بھی رحم مادر میں لڑکیوں کا قتل، اطفال کی شادیاں، بیواؤں کو ظلم وزیادتی کا شکار بنانا اور عصمت دری کی وارداتیں مسلسل بڑھ رہی ہیں۔ کیا کوئی معاشرہ اپنی نصف آبادی کو محروم، نظر انداز اور غیر محفوظ رکھ کر طاقتور وخود کفیل بن سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر گہرے غور وفکر کی ضرورت ہے، بلاشبہ ملک میں اشاعت تعلیم کی وجہ سے مرد اور عورتوں میں خواندگی کی شرح بڑھ رہی ہے، لیکن عورتوں

باقی صفحہ ۵ پر

ہندوستانی مسلمان انتشار کا شکار

فہیم الدین، ناگپور

عالمی سطح پر بھارت آبادی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر ہے۔ اسی طرح ہندوستانی مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں کے بعد دوسرے نمبر پر آتی ہے۔ یعنی آبادی کے لحاظ سے ہندوستانی مسلمان ہر اعتبار سے ایک کلیدی کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں ہے۔ پھر چاہے وہ تعلیمی میدان ہو، معاشی، تجارتی یا سیاسی ہر میدان میں مسلمان اگر چاہے تو اپنی حیثیت اور موجودگی ظاہر کرسکتے ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ماضی کے تمام انتخابات کے دوران چاہے لوک سبھا کے انتخابات ہوں یا ریاستی اسمبلیوں کے بشمول کانگریس، بی جے پی، حتیٰ کہ کمیونسٹ پارٹیاں سب نے مسلمانوں کے ووٹوں کی اہمیت کو جانتے ہوئے کم از کم دوران انتخابات تو ان کے دروازوں پر دستک دینے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی اور خود کو ہر ممکن طریقے سے مسلمانوں کا دوست، ہمدرد، خیرخواہ و مددگار ثابت کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمانوں کے زیادہ سے زیادہ ووٹ حاصل کئے جاسکیں۔ مگر حالیہ انتخاب میں جو بات سب سے زیادہ محسوس کی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے یا مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں ہر جماعت کم سے کم دلچسپی کا اظہار کررہی ہے۔ کانگریس، این سی پی اور کمیونسٹ تو اس بات کے لئے مطمئن ہیں کہ چاہے کچھ ہوجائے مسلمانوں کا ووٹ انہی کے حق میں جانا ہے جبکہ بی جے پی کو یہ گمان غالب ہے کہ چونکہ موجودہ انتخاب خالصتاً وہ ''ہندتوا کے نام پر لڑرہی ہے اس لئے ہندوؤں کی غالب اکثریت اسی کے حق میں ووٹ دے کر دہلی کے لال قلعے پر اس کو ہی پرچم لہرانے کا موقع دے گی۔

دوسری طرف پورے ملک کے مسلمانوں کی حالت کچھ عجیب سی ہے، عام مسلمان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ کس جماعت کے حق میں اپنا ووٹ ڈالیں جس کی وجہ سے وہ عجیب کشمکش اور تذبذب کے شکار ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ملک بھر میں خود مسلمانوں کے پاس اپنے ووٹوں کے صحیح استعمال کے لئے کوئی لائحہ عمل نہیں ہے۔ یعنی جیسا وقت اور حالات کا تقاضا ہوگا ویسے ہی مسلمان اپنے ووٹوں کا استعمال کریں گے جو کہ ہر حالت میں ووٹوں کی بربادی کے مترادف ہوگا۔

اگر غور کیا جائے تو یہ بات کوئی نئی نہیں ہے۔ جو لوگ ملک کے سیاسی حالات پر نظر رکھتے ہیں ان کو تقریباً چالیس برسوں قبل ہی اس بات کا اندازہ ہوگیا تھا کہ مستقبل میں مسلمانانِ ہند کے ووٹوں کی قیمت چند کوڑیوں کے برابر ہوجائے گی۔ اس کے باوجود بھارتی مسلمان اور ان کے رہنما سوتے رہے اور مسلمانوں میں موجود مفاد پرست مختلف سیاسی جماعتوں کے ساتھ مسلمانوں کے ووٹوں کی سودے بازی کرکے اپنے گھر بھرتے رہے۔ عجیب سی بات ہے کہ خود کو مسلمانوں کی واحد سیاسی نمائندہ جماعت ہونے کا دعویٰ کرنے والی مسلم لیگ اور اس کے رہنما خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اگر کبھی انہیں خیال آجاتا ہے کہ ان کا تعلق مسلم لیگ سے ہے تو وہ اپنی بے تکی اور لفاظانہ تقاریر سے مسلمانوں کا استحصال کرنے کے لئے اچھل کر میدان میں آجاتے ہیں۔ ان کی نااہلی اور کم عقلی کی بے شمار مثالیں نہایت آسانی کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس سے بڑی نااہلی کا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ مسلم لیگ جو ایک زمانے میں غیر منقسم ہندوستان کے بیشتر علاقوں میں اپنا پرچم بلند کرچکی تھی۔ آج سمٹ کر محض ریاست کیرالا کے چند علاقوں تک محدود رہ گئی ہے۔ اب اس جماعت کے ذمہ داروں کے پاس صرف ایک ہی ''پروگرام'' رہ گیا ہے اور وہ ہے جس قدر ممکن ہو لفاظی ہانکتے رہو اور قوم مسلم کو ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگا کر تھپکیاں دے کر سلاتے رہو۔

جب ہمارے رہنما ایسے بے جان، بے حس، مردہ دل اور مفاد پرست لوگ ہوں گے تو پھر مسلمانوں کے ووٹوں کو اور خود مسلمانوں کو اہمیت کون دے گا اور کیوں دے گا؟ مسلمانوں کو ضرورت ہے کہ وہ جاگیں، اٹھیں، وقت کے نباض بنیں، اپنی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور قومی سطح پر اپنی ایک مضبوط سیاسی جماعت تشکیل دے کر اسے پوری طرح مسلمانوں کی ایک عظیم اور مضبوط جماعت کی شکل میں منظر عام پر لائیں تاکہ سرزمین ہند پر اپنا وجود اور اہمیت منواسکیں۔ ●●

افغانستان کے بارے میں ایک مغربی صحافی کے احساسات

منصور اصغر راجہ

اول روز سے امریکی حکام کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اپنے مفادات کے حصول کے لئے آزادی اور جمہوریت کے نام پر کمزور ریاستوں پر چڑھ دوڑتے ہیں، وہاں جی بھر کے تباہی پھیلاتے ہیں اور پھر وہاں کے عوام کو نام نہاد آزادی اور جمہوریت کی تلاش میں سرگرداں چھوڑ کر واپس لوٹ جاتے ہیں۔ البتہ اگر کبھی ان کی راہ میں کوئی ویت نام آ جائے تو پھر انہیں لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔ یہی کچھ ان کے ساتھ آج کل افغانستان میں ہو رہا ہے۔ امریکی حکام یہاں بھی افغان عوام کو طالبان نامی ''غیر انسانی مخلوق'' سے آزادی دلانے آئے تھے۔ انھوں نے افغان عوام کو بھی جمہوریت کے ثمرات سے فیضیاب ہونے کے خواب دکھائے تھے۔ اس وقت بھی مغربی میڈیا سوات ویڈیو جیسی دستاویزی فلمیں دنیا کو دکھا کر اپنا ہمنوا بنا رہا تھا۔ پھر وہ افغانستان پر چڑھ دوڑا اور کابل و قندھار کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ شمالی اتحاد کو کابل سونپ دیا گیا، جنھوں نے کسی کا جان و مال محفوظ رہنے دیا نہ عزت و آبرو۔ پھر حامد کرزئی نامی کو تخت کابل پر بٹھا کر امریکہ نے گویا افغان عوام سے کیا ہوا ''آزادی اور جمہوریت'' کا وعدہ پورا کر دیا۔

گزشتہ آٹھ برسوں سے افغان عوام امریکہ کی عطا کردہ ''آزادی و جمہوریت'' سے خوب خوب ''لطف اندوز'' ہو رہے ہیں، لیکن اب امریکی حکام پر یہ عقدہ کھلا ہے کہ افغانوں کی آزادی اور جمہوریت سے تو ان کا کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ کسی اور مقصد کے لئے افغانستان آئے ہوئے ہیں۔ امریکی نائب صدر جوزف بائیڈن نے ایک امریکی ٹی وی کو چند روز پہلے ایک انٹرویو دیا۔ اس انٹرویو میں انھوں نے بڑے واضح الفاظ میں کہا کہ افغانستان میں انسانی حقوق کی بہتری ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ہماری وہاں موجودگی کا اصل مقصد القاعدہ اور انتہا پسندوں کو شکست دینا ہے۔ امریکی نائب صدر کے اس بیان کے بعد اس بات میں کوئی ابہام باقی نہیں رہ جاتا کہ افغانستان میں امریکہ کیا مدِ طے شدہ منصوبے کے تحت ہوئی تھی اور اس منصوبے کو جواز فراہم کرنے کے لئے اسرائیل نے نائن الیون کا ڈرامہ تیار کیا تھا، جس کے نتائج آج دنیا کے سامنے ہیں۔ امریکی نائب صدر کے بیان کے بعد یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ طالبان کے نام پر کئے گئے عسکری آپریشنز میں عوام کا جتنا چاہے لہو بہے، اتحادی طیاروں کی اندھا دھند بمباری سے افغان بچوں اور خواتین کے چیتھڑے اڑتے رہیں، امریکی حکام کو اس سے کوئی غرض نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی صدر نے انسانی حقوق کی بہتری کی بجائے القاعدہ اور انتہا پسندوں کی شکست کو اپنا اصل مقصد قرار دیا ہے۔ امریکی نائب صدر کے اس بیان سے یہ بھی خدشہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت امریکی شکست افغانستان میں بالکل واضح ہوتی جا رہی ہے، لہٰذا ممکن ہے کہ اب امریکہ طالبان کے خلاف ''فائنل راؤنڈ'' کھیلنا چاہتا ہو۔ اس سلسلے میں زیادہ تر بمبار طیاروں سے ہی کام لیا جائے گا کیونکہ امریکی و اتحادی فوج تو میدان میں آنے سے رہے۔

نائن الیون کے بعد امریکہ اور اس کے حواریوں نے افغانستان میں القاعدہ اور طالبان کی بیخ کنی کے لئے کون کون سے ''کارنامے'' سرانجام دیئے، یہ راز بھی اب راز نہیں رہا۔ اب یہ بات کھلنے لگی ہے کہ امریکی و اتحادی فورسز آج تک افغانستان میں فتح و کامیابی کے جو دعوے کرتی رہی ہیں وہ قطعی طور پر بے بنیاد ہیں۔ اس سلسلے میں معروف امریکی صحافی ''نیویارک ٹائمز'' کے چیف واشنگٹن وقائع نگار ڈیوڈ ای سنگیر نے اپنی تازہ ترین کتاب "The Inheritance" میں چونکا دینے والے انکشافات کئے ہیں۔ ڈیوڈ ای سنگیر نے اپنی کتاب میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ افغانستان میں طالبان کو کبھی شکست دی ہی نہیں جا سکی۔ بس اتنا ہے کہ امریکی و اتحادی افواج جب کبھی زمینی آپریشن شروع کرتی ہیں تو طالبان کبھی سو میل مشرق میں چلے جاتے ہیں اور کبھی سو میل مغرب میں چلے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ امریکی و اتحادی افواج ان پر کبھی بھی قابو نہیں پا سکیں۔ ڈیوڈ ای سنگیر نے اس سلسلے میں تین مثالیں دی ہیں: ''اولاً گزشتہ برس اپریل میں کابل میں ہونے والی قومی تقریب پر طالبان نے بڑا کامیاب حملہ کیا، جس میں صدر حامد کرزئی اور کابل میں امریکی سفیر بال بال بچے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے قندھار کی مرکزی جیل پر بڑا کامیاب حملہ کیا۔ ۱۳/جون ۲۰۰۸ء کی رات ہونے والے اس حملے میں طالبان نے قندھار جیل توڑ کر اپنے بارہ سو ساتھی رہا کروا لئے تھے۔ اتنی بڑی کارروائی ۴۵ منٹ میں مکمل کی گئی، لیکن قندھار میں موجود اتحادی فوجیں کچھ بھی نہ کر سکیں۔ قندھار جیل پر حملے کے چند روز بعد طالبان نے قندار کے ایک اہم علاقے ضلع ارغنداب پر قبضہ کر لیا اور پھر جب امریکی و اتحادی افواج میدان میں آئیں تو طالبان چند جھڑپوں کے بعد اپنی مرضی سے ارغنداب خالی کر کے آگے چل دیئے۔ ڈیوڈ ای سنگیر کا کہنا ہے کہ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ طالبان پر امریکی و اتحادی افواج اب تک قابو نہیں پا سکیں۔

ڈیوڈ ای سنگیر نے اس کی جو وجوہات بیان کی ہیں وہ خاصی دلچسپ بھی ہیں اور چشم کشا بھی۔ انھوں نے سب سے پہلے تو افغانستان پر حملے کے موقع پر ۵۲۰۰۰ امریکی و اتحادی افواج کے مشترکہ امریکی کمانڈر جنرل ڈان میک نیل کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ ڈیوڈ ای سنگیر کا کہنا ہے کہ جنرل ڈان میک نیل ایک ایسا کمانڈر ہے جو اپنے اندر متذبذب اتحادیوں کو یکجا رکھنے کی کوئی صلاحیت ہی نہیں رکھتا، لیکن اسے افغانستان میں ۲۶ مختلف ممالک کے دستوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری دے دی گئی۔

ڈیوڈ ای سنگیر نے دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ جنرل ڈان میک نیل کے دور میں یہی مسئلہ حل نہیں ہو سکا کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے فوجی دستے افغانستان کو دوبارہ طالبان کے ہاتھوں میں جانے سے بچانے کے لئے بھیجے گئے تھے یا وہ اس بدنصیب ملک کی تعمیر نو اور افغان عوام کی فلاح و بہبود کا فریضہ سرانجام دینے آئے تھے۔ یوں جنرل ڈان میک نیل جو ہمیشہ ایسی فوج کی کمان کرتا رہا جسے اپنے مشن کے حوالے سے مکمل معلومات ہوتی تھیں، افغانستان میں اسے اس کے برعکس صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔

ڈیوڈ ای سنگیر کا خیال ہے کہ افغانستان میں امریکی و اتحادی افواج کی ناکامیوں کی سب سے بڑی وجہ امریکہ اور ناٹو کے باہمی اختلافات ہیں، کہنے کو تو افغانستان میں جنرل ڈان میک نیل ہی امریکی و اتحادی فوجوں کے کمانڈر تھے، لیکن ان کے علاوہ جرمنی، اٹلی اور ترکی سمیت دیگر ۲۳ ممالک کے اپنے اپنے کمانڈر بھی تھے۔ طالبان کے خلاف کارروائی کا شروع دن سے یہ طریقہ کار رہا ہے کہ جس اتحادی دستے کو کسی خاص مقام پر بھیجنے کی کوشش کی جاتی تو اس کا کمانڈر امریکی جرنیل کے حکم کی تعمیل کرنے کی بجائے پہلے اپنے ملک سے اس کی اجازت حاصل کرتا تھا۔ اگر وہاں سے اجازت نہ ملتی تو وہ ایسے احکام کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ یا تو مشن بھیجنے میں دیر ہو جاتی تھی یا پھر اکثر اوقات مشن سرے سے بھیجا ہی نہیں جاتا تھا جس کا نتیجہ آج طالبان کی روز افزوں مزاحمت ہے۔

ڈیوڈ ای سنگیر لکھتے ہیں کہ جنرل ڈان میک نیل کے بقول کسی بھی پلان پر عمل کرنے سے پہلے اتحادی ممالک میں سے ہر ملک پہلے اپنے قومی مفادات دیکھتا تھا اور بعد میں اتحاد کے مفادات کو دیکھا جاتا تھا۔ اس طرح فیصلہ کرنے میں بہت دیر ہو جاتی اور پلان اس دوران افشاء ہو جایا کرتا تھا۔ یوں جنگ جیتنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ڈیوڈ ای سنگیر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ۲۶ اتحادی ممالک کے کمانڈرز کو اپنے اپنے ممالک کی طرف سے باقاعدہ ہدایات ملتی تھیں کہ وہ افغانستان کے ایسے حصوں میں جانے سے گریز کریں جہاں ہلاکتیں زیادہ ہوتی ہوں۔ ڈیوڈ ای سنگیر کے مطابق کبھی کبھار ہی ایسا موقع آتا ہے جب مشترکہ حکمت عملی کے تحت ناٹو اتحادی افواج ایک متحدہ قوت کے طور پر طالبان سے مقابلے کیلئے میدان میں اترے ہوں۔ افغانستان میں ان کی حالت یہ ہے کہ امریکی اتحادی افواج اپنے مقرر کردہ سیکٹریا کیمپ سے باہر جانے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتیں، بلکہ طالبان کے ساتھ جھڑپوں کے دوران اگر ناٹو فورسز کو مشکلات پیش آتی بھی تھیں تو فرانس، جرمنی اور ترکی سمیت متعدد ممالک کے دستے ان سے لڑائی سے گریز کرتے اور یہ صورتحال سب سے زیادہ قندھار میں دیکھنے کو ملتی جسے طالبان کا گڑھ قرار دیا جاتا ہے۔

ڈیوڈ ای سنگیر لکھتا ہے کہ وہائٹ ہاؤس اور پینٹاگون اس صورتحال سے اول روز سے آگاہ ہیں لیکن اس کے باوجود وہ خاموش اس لئے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یورپی ممالک نئے فوجی دستوں کو افغانستان بھیجنے سے ہی انکار کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب جنرل ڈان میک نیل نے وہائٹ ہاؤس اور پنٹاگون میں اتحادیوں کے متذکرہ بالا رویے کی بابت بات کی تو اسے اتحادیوں پر برسرعام تنقید سے روک دیا گیا۔

ڈیوڈ ای سنگیر کا خیال ہے کہ ناٹو کو افغانستان لانے کا اصل مقصد افغانستان پر امریکی حملے کو سیاسی کور فراہم کرنا تھا، کیونکہ اگر امریکہ ناٹو اتحادیوں کو اپنے ساتھ شامل نہ کرتا تو یہ کارروائی دراصل افغانستان پر امریکی قبضے کے مترادف قرار دے دی جاتی، لہٰذا ناٹو کو درمیان میں لانے سے اسے بین الاقوامی صورت دی گئی تھی۔

ڈیوڈ ای سنگیر نے ناٹو اور امریکہ کے باہمی اختلافات کی ایک اور وجہ بھی بیان کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اول روز سے ہی ناٹو اتحادی ممالک نے اپنے فوجی دستے افغانستان میں امریکہ کے مشن سے مختلف مشن کے ساتھ بھیجے تھے۔ ناٹو فورسز کا مشن جوابی مزاحمت، یلغار، طالبان اور القاعدہ کو تہس نہس کرنے کے آپریشنز میں حصہ لینا نہیں تھا بلکہ وہ امن فوج کی حیثیت سے افغانستان آئے تھے اور انھوں نے امن فوج کی حیثیت سے ہی معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ لیکن دوسری جانب امریکہ کا مقصد یہاں طالبان اور القاعدہ کی سرکوبی تھا۔ ڈیوڈ ای سنگیر کے مطابق یہی وجہ ہے کہ ناٹو کے اتحادی کمانڈر اپنے متعلقہ ممالک کے مشورے سے آپریشن میں حصہ لینے یا نہ لینے کا فیصلہ کرنے پر مجبور تھے۔ اس طرح ہر فوجی دستے اپنے ملک کے قواعد وضوابط پر عمل کرتا رہا۔ ڈیوڈ ای سنگیر نے یہاں جرمنی کے فوجیوں کی مثال دی ہے، جنھوں نے حملہ آور مشن یا آپریشن میں حصہ لینے اور رات کو گشت کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ دیگر یورپی ممالک بھی ایسے خطرات سے گریز کرتے ہیں، ماسوائے برطانیہ کے، جس کے فوجیوں نے امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ ڈیوڈ ای سنگیر کے مطابق افغانستان میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے کئی عشروں تک اس ملک پر قبضے کو برقرار رکھنا ہوگا، بصورت دیگر طالبان پھر چھا جائیں گے اور سنگیر کے بقول یہی وہ حقیقت ہے جس سے سب آنکھیں چرا رہے ہیں۔ ●●

ایران کو امریکی تجویز کا احترام کرنا چاہئے: البرادعی

بیجنگ۔ بین الاقوامی نیوکلیائی توانائی ایجنسی (آئی اے ای اے) کے سربراہ محمد البرادعی نے کہا ہے کہ ایران کو اس کے نیوکلیائی پروگرام کے سلسلے میں بات چیت سے متعلق امریکہ کی تجویز کا احترام کرنا چاہئے۔ البرادعی نے بیجنگ میں آج ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ میں نے ایران اپنے دوست لیڈروں سے یہ اپیل کی ہے کہ انہیں نیوکلیائی پروگرام کے بارے میں بات چیت سے متعلق امریکہ کی تجویز کا احترام کرنا چاہئے۔ میں اس قدم کا احترام کرتا ہوں اور مجھے اس بات کی پوری امید ہے کہ یہ ضرور کارگر ہوگی۔ خیال رہے کہ ۱۷/اپریل کی ایک رپورٹ کے مطابق ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے کہا ہے کہ ان کا ملک دنیا کی بڑی طاقتوں کے ساتھ اپنے نیوکلیائی پروگرام کے بارے میں بات چیت کی حمایت کرتا ہے اور اس سلسلے میں پیش کردہ بات چیت کی تجویز کا وہ جلد ہی سرکاری طور پر جواب دے گا۔ واضح ہو کہ اقوام متحدہ کی بین الاقوامی نیوکلیائی توانائی ایجنسی کا ایران کے ساتھ اس کے نیوکلیائی پروگرام خاص طور پر اس کی نیوکلیائی افزودگی کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ آئی اے ای اے کا خیال ہے کہ ایران نیوکلیائی افزودگی کے ذریعے نیوکلیائی اسلحہ بنانے کے لئے سامان اکٹھا کر رہا ہے۔ جبکہ ایران کا کہنا ہے کہ وہ پرامن مقاصد کے لئے یہ نیوکلیائی افزودگی کر رہا ہے۔

بقیہ: ہندوستانی میڈیا میں دہشت گردی کی چیخ پکار

یعنی اسرائیل سے ایک کے بعد دوسرا ہتھیاروں اور سیکورٹی سے متعلق معاہدہ کر رہا ہے جس کا حکومت کو کوئی اخلاق جواز نہیں (اب معلوم ہوا ہے کہ ۲۰۱۰ء کے ایشیائی گیمس کے موقع پر حفاظت کی ذمہ داریوں کا پورا ٹھیکہ بھی حکومت اسی مفسد ملک کو دینے جاری ہے) ادھر ہماری صحافت کا کردار ملاحظہ ہو ٹائمز آف انڈیا جو ہر وقت دہشت گردی کے خطرہ کی گھنٹی بجاتا رہتا ہے۔ ۳۱/مارچ کو یہ چٹپٹی سرخی لگاتا ہے۔ ''ہندوستان کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ دھمکیوں کا جواب دے۔'' اس سرخی کے تحت یہ خبر دی گئی ہے کہ پاکستان کو جو جہادی خطرہ درپیش ہے اب اس کے ہندوستان کی طرف بڑھنے کا امکان ہے۔ اس اخبار میں یہ خبر ہے کہ کیرالہ میں الرٹ کی گھنٹی بج گئی ہے اس لئے کہ سمندر کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہے اور تقریباً ۳۰ مجاہدین جو جمیعۃ المجاہدین کے ممبر ہیں نگمبو میں پہنچ گئے ہیں۔ لیکن یہ بھی شبہ ہے کہ یہ لبریشن ٹائگرس کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ پھر دوسرے دن یہی اخبار یہ خبر نشر کرتا ہے۔ کہ چھوٹا شکیل کے گروہ نے ورن کو مارنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ خبر منگلور سے اخبار کو حاصل ہوئی ہے لیکن اس کا سلسلہ آئی بی کی لکھنؤ شاخ سے جوڑا گیا ہے ساتھ ہی ورن کی ایک تصویر بھی جو گولیوں کی زد میں دکھلایا گیا۔ اس کہانی میں یہ بھی انکشاف تھا کہ وہ نشانہ باز جو ۲۷/مارچ کو کرناٹک میں گرفتار کیا گیا پہلی بھیت جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ ٹائمز آف انڈیا کے اس نشانہ باز کے مقاصد پر بھی روشنی ڈالی کہ وہ دراصل ہندوستانی مسلمانوں میں اعتماد و حوصلہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور شاید پارلیمانی انتخابات کو بھی درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ (ٹائمز انڈیا یکم اپریل) اسی اخبار میں ایک دوسری کہانی یہ ہے کہ یہ ملا باری نشانہ باز نیپال کے راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوا اور پیلی بھیت براہ راست جانے کے بجائے سمندری راستے سے کرناٹک میں داخل ہوا۔ پھر اسی اخبار میں یہ خبر دی گئی ہے کہ تاج ہوٹل گروپ کو ای میل سے پاکستان سے حملہ کی دھمکی وصول ہوئی ہے اور حفاظتی چوکسی بڑھا دی گئی ہے۔ پھر ۱۲/اپریل کو یہی ٹائمز آف انڈیا چنگھاڑتا ہے کہ انتخابات کے موقع پر ریلیوں کی حفاظت بے حد ضروری ہے اس لئے کم تشدد کی دھمکیاں ملی ہیں۔ اس خبر کا ذریعہ ٹائمز نیوز نیٹ ورک ہے اور پولس و سیکوریٹی کے عملے کی تیاریوں کا اس میں ذکر ہے جو وہ دہلی میں انتخابی ریلیوں کے تحفظ کے لئے کر رہی ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ پوری طویل خبر یہ نہیں بتاتی کہ آخر پول ریلیز کو کہاں سے خطرہ پیش آ گیا ہے۔ البتہ اسی اخبار کے ۱۳ صفحہ پر مرکزی وزیر داخلہ کے اس خطر کا ذکر ہے جو انہوں نے ۴۰ ٹاپ لیڈروں کو جن کو حکومت کی طرف سے اعلیٰ درجہ کی تحفظاتی ٹیم مہیا کی گئی ہے۔ ارسال کیا ہے کہ وہ اپنی حفاظت کے سلسلہ میں پوری احتیاط برتیں۔ یہ ایک ضابطہ کا خط ہے جو کبھی کبھی وزارت داخلہ لوگوں کو ارسال کرتی رہی ہے۔ مگر ٹائمز آف انڈیا نے اسے ایک خوفناک خبر بنا دیا ہے۔ پھر اسی تاریخ کے اخبار میں یہ خبر ہے کہ تربیت یافتہ ہوا بازوں کی ایک ٹیم ۷، ۸، کی تعداد میں داخل ہوئی ہے۔ اور ان کے ساتھ عورتوں کی ایک فدائین کی ٹیم بھی ملک میں آئی ہے تا کہ ہوائی جہازوں کے اغوا اور توڑ پھوڑ کے کام کر سکے۔ اخبار میں اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ ٹیم پاکستانی شہریوں پر مشتمل محسوس ہوتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ اس خبر کا سرچشمہ ملک کو ہوائی کمپنیوں کو نہ کہ خفیہ محکمہ یا وزارت داخلہ کو قرار دیا گیا ہے۔

اسی اخبار میں ایک اور انکشاف ہے کہ وہ خوفناک ملا باری جو گرفتار کیا ہے شاید رام سینا کے پرمود متالک کو مارنے کے لئے آیا تھا۔ (بیچارے اخبار کو یہ بھی سلیقہ نہیں کہ دہشت پھیلانے کے لئے ذرا سلیقہ سے اس طرح کی جھوٹی خبروں کو مرتب کرے کبھی چھوٹا شکیل، کبھی متالک، کبھی ورون، کبھی ملا باری۔ اس طرح اخبار کے لاشعور میں گردش کرتے کہ اس کی خبریں دیوانے کی بڑ محسوس ہو رہی ہے مگر یہ ہندوستان کا ممتاز انگریزی اخبار ہے اس لئے لوگ اس کے ہر دیوانہ پن کو سچ سمجھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ غرض ملی گزٹ، اپنے تازہ شمارہ ۳۰/اپریل میں درجنوں ایسی جھوٹی خبروں پر گرفت کی ہے جو ٹائمز کے صفحات پر مسلسل آ رہی ہیں اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی ایجنسی ملک کے امن وامان باہمی اعتماد و خود اعتمادی اور پڑوسیوں بالخصوص پاکستان سے اچھے روابط کا شیرازہ درہم برہم کرنے پر کمر بستہ ہے تا کہ ملک میں خوف وہراس ماحول پیدا ہو اور ہر شخص یہ محسوس کرنے لگے کہ بس اس پر حملہ ہونے ہی والا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس طرح کی جھوٹی وبے بنیاد خبروں پر ہماری میڈیا اور ٹی وی چینلز کی سخت گرفت کی جائے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہمارے موجودہ حکمراں خود اسرائیل کی موساد کے چنگل میں پھنس چکے ہیں اور اپنے ملک کے مسائل پر اسرائیل کے نقطہ نظر سے سوچتے اور غور کرتے ہیں۔ ●●

موسمیاتی تبدیلیاں اور پانی کی قلت

شبینہ فراز

مارچ کے تیسرے ہفتے (۱۶/تا ۲۲/مارچ) میں شروع ہونے والے پانچویں ورلڈ واٹر فورم میں بیس ہزار افراد دنیا بھر میں پانی کے حوالے سے درپیش مسائل کے حل کے لئے یکجا تھے۔ یہ فورم اس بار ترکی کے شہر استنبول میں منعقد ہوا۔ فورم کا بنیادی خیال Bridging divides for Water تھا۔ عالمی سطح پر واٹر فورم منانے کا سلسلہ نوے کی دہائی کے آخری برسوں میں شروع ہوا تھا۔ یہ فورم ہر تیسرے سال منعقد ہوتا ہے۔ پہلا ورلڈ واٹر فورم ۱۹۹۷ء مراکش میں، دوسرا ۲۰۰۰ء نیدرلینڈ میں، تیسرا ۲۰۰۳ء جاپان، چوتھا ۲۰۰۶ء میکسیکو میں اور یہ پانچواں ترکی کے خوبصورت اور تاریخی شہر استنبول میں منعقد ہوا۔ اس فورم کے انعقاد کا بنیادی مقصد دنیا کو پانی کے حوالے سے درپیش چیلنجز سے آگاہی دینا اور پانی کے مسائل کو حکومتوں اور سیاستدانوں کے سرکاری اور سیاسی ایجنڈے میں سرفہرست لانا تھا۔

دنیا میں اس وقت پانی کے حوالے سے بہت گرما گرمی پائی جاتی ہے۔ خصوصاً وہ ممالک بھی جہاں پانی کافی الحال کوئی مسئلہ نہیں، بہت سرگرم ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بدلتے موسموں کی بے ترتیبی کسی بھی وقت ان کے لئے کوئی مسئلہ کھڑا کر سکتی ہے۔ رواں سال جسے ''ماحولیات کے قومی سال'' کا نام دیا گیا، دھیرے دھیرے مٹھی میں بندریت کی طرح سرک رہا ہے۔ سال کا چوتھا مہینہ، اپریل بھی اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہا ہے، جس کی ۲۲/تاریخ کو ''یوم ارض'' منایا جا رہا ہے، لیکن ابھی تک کوئی ایک بھی ایسا قدم نہیں اٹھایا گیا، جسے ہم ماحول کی بہتری کے لئے بنیادی قدم قرار دے سکیں۔

دنیا بھر میں بدلتے موسم ایک اہم مسئلہ بن کر سامنے آ رہے ہیں اور تمام ممالک حتی الامکان ایسی حکمت عملیاں تیار کر رہے ہیں، جو ان بدلتے موسموں سے ہم آہنگ ہوں، خصوصاً Climate Change adaptation in the warter sector اب وقت کی ضرورت تسلیم کر لی گئی ہے۔ موسمی تغیر ہمارے لئے بھی ایک چیلنج کی صورت میں موجود ہے۔ ترقی پذیر ملک ہونے کے ناتے ہمارے مسائل مزید گمبھیر ہیں۔ درجۂ حرارت کے بڑھنے سے پانی کے وسائل براہ راست متاثر ہو رہے ہیں اور ہر دو صورتوں میں یعنی سیلاب ہو یا خشک سالی، ہمارے لئے عظیم بحران موجود ہیں، مثلاً درجۂ حرارت کے بڑھنے سے پہلا خطرہ ہمالیائی گلیشیرز ثابت ہوں گے۔ ان گلیشیرز سے دنیا کے کئی بڑے دریا مثلاً دریائے سندھ، گنگا، برہم پترا سلوین، میکانگ، یانگ ژی اور زرد دریا نکلتے ہیں، جن کا پانی پاکستان، بھارت، چین اور نیپال میں زندگی کو رواں دواں رکھنے کا باعث ہے۔ گرمی کے بڑھنے سے یہ گلیشیرز تیزی سے پگھلیں گے اور دریاؤں میں طغیانی کی کیفیت پیدا ہوگی، جس سے کناروں پر آباد لاکھوں افراد کو سیلاب کا سامنا ہوگا۔ سیلاب سے بچاؤ کے اقدامات کے لئے، جس قدر کثیر سرمایہ درکار ہے، اس کا غریب ممالک تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کچھ عرصے بعد جب پانی کم ہو جائے گا تو یہی ممالک خشک سالی کا عذاب سہیں گے۔ زراعت تباہی سے دوچار ہوگی، قحط پھیلے گا اور ان غریب ممالک پر افلاس کے سائے اور گہرے ہو جائیں گے۔ یہ وہ کم از کم خطرات ہیں، جو کسی ناکردہ جرم کی سزا کے طور پر بھگتنا ہوں گے۔ بدلتے موسم یعنی خشک سالی اور سیلاب براہ راست صحت کو بھی متاثر کریں گے، خصوصاً خشک ممالک میں جہاں بارشیں کم ہوتی ہیں، یہ خشک سالی قیامت مچا دے گی۔ زیر زمین پانی کم ہوتا چلا جائے گا۔ پانی میں آلودگی مزید بڑھ جائے گی اور آلودہ پانی سے آنتوں کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ خاص طور پر گرمیوں میں وبائی بیماریاں تیزی سے پھیلتی ہیں۔ بے شمار سروے رپورٹس بتاتی ہیں کہ گرمیوں ہی میں متعدی امراض مثلاً ملیریا اور ڈینگو کی شدت بھی بڑھتی ہے۔ اگرچہ ملک کے سرد حصے ان بیماریوں سے محفوظ ہیں، لیکن گلوبل وارمنگ کے تحت جب ان علاقوں کا بھی درجۂ حرارت بڑھے گا تو یہاں بھی یہ بیماریاں پھیلنے لگیں گی۔ پھر ان کے علاج کے ضمن میں شہریوں پر جو اضافی بوجھ پڑے گا، وہ پہلے سے بدحال معیشت کو مزید تباہ حال کر دے گا۔ حرارت کا بڑھنا شہری گنجان علاقوں کے ساتھ ساتھ، جزیروں، ساحلی علاقوں، نیم صحرائی علاقوں اور پہاڑی علاقوں کو بھی یکساں طور پر متاثر کرے گا۔ غریب اور ترقی پذیر ممالک جہاں کروڑوں لوگ غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی بسر کرتے ہیں، جہاں انسانوں کا خون پانی سے بھی ارزاں اور پینے کا صاف پانی جنس گراں مایہ بن چکا ہو، جہاں لمبی قطاروں میں لگ کر آٹا دال خریدنا پڑتا ہو، وہاں "Climate Change" سے پیدا ہونے والے ان مسائل پر کون توجہ دے گا اور کون ان سے نمٹے گا؟ بسا اوقات مایوسی کا شدید احساس ہر امید کو ڈسنے لگتا ہے۔ ●●

بقیہ: اسرائیل میں اقتدار کی تبدیلی

کر لے گی۔ لیکن بعد میں یہ بات سامنے آئی کہ قدیمہ پارٹی کے رہنماؤں کے دل میں کھوٹ تھی۔ ایریل شیرون نے غزہ سے یہودی آبادی کو ختم کر دیا تھا تاکہ دنیا دیکھ لے کہ اسرائیل مصالحت اور امن کا کتنا خواہشمند ہے، لیکن درحقیقت یہ ایک دھوکہ تھا اور حکمت عملی یہ تھی کہ غزہ پر بھرپور حملہ کیا جا سکے اور کوئی بستی یا یہودی اس کی زد میں نہ آئے۔ ۲۷/دسمبر کو وہی ہوا جس کی اتنی طویل مدت سے منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ قدیمہ پارٹی نے فلسطینی مملکت کے قیام میں مدد دینے کے بجائے اس کی ہر قدم پر بیخ کنی کی کوشش کی۔ فلسطین کی حماس اور الفتح تنظیموں کو آپس میں لڑایا اور جب حماس غزہ کا کنٹرول اپنے ہاتھوں میں لینے کے لئے مجبور ہوگئی تو قدیمہ پارٹی کی حکومت نے غزہ کا محاصرہ کر کے پندرہ لاکھ فلسطینیوں کا گلا گھونٹنے کے جتن کئے۔ جب اس سے بھی اس کا جی نہیں بھرا تو اس درندگی میں اور شدت پیدا ہوگئی اور غزہ پر پوری قوت سے حملہ کر دیا اور قیامت خیز تباہی مچا کر پسپائی اختیار کر لی۔ قدیمہ پارٹی نے تین سال کے عرصے میں ملک کو دو جنگوں میں جھونکا۔ پہلے ۲۰۰۶ء میں لبنان کے خلاف جنگ چھیڑی، پھر غزہ میں اور دونوں جنگوں میں قدیمہ پارٹی اپنے مقصد میں ناکام رہی بلکہ رسوائی ہاتھ آئی۔ اسرائیل کی موجودہ انتہا پسند حکومت کے دور میں مشرق وسطی امن معاہدے میں پیشرفت ناممکن نظر آتی ہے۔ بنجامن نیتن یاہو کی حکومت کو فلسطین کے ساتھ بات چیت اور امن معاہدے کے لئے پیش رفت پر راضی کرنا اوباما کے لئے آنے والے وقت میں کڑا امتحان ہوگا۔ ●●

بقیہ: عورتوں پر مظالم کی بنیاد کیا ہے؟

کی تعلیم کی شرح پھر بھی کم ہے۔ اعلیٰ سرکاری عہدوں کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو نچلی سطح کے روزگار تک میں عورتوں کا حصہ نہایت محدود ہے۔ گلوبلائزیشن کے آندھی میں خواتین کی ترقی کے لئے سیمینار، سیاسی جلسے اور سرکاری تقریبات میں بڑھ چڑھ کر دعوے ضرور کئے جاتے ہیں لیکن انہیں عملی جامہ پہنانے کیلئے قدم نہیں اٹھائے جاتے۔ عورتوں کو استعمال کی شئے کی حیثیت سے پیش کرنے کا رواج تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

اس سے قبل بھی سپریم کورٹ اپنے ایک فیصلے میں کہہ چکا ہے کہ انسداد جہیز قانون ۱۹۶۱ء کے تحت شادی بیاہ کے لئے رشتے کی بات چیت کرتے وقت جہیز کا مطالبہ کرنا بھی جرم ہے جس پر جہیز انسداد قانون کے تحت چھ ماہ کی سزا اور جرمانہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس فیصلے کے بعد بھی جہیز کا کاروبار کرنے والوں کے چہرے کی رونق میں کمی نہیں آئی، نہ جہیز کے لئے بہوؤں کو ظلم و زیادتی کا شکار بنانے اور انہیں خودکشی پر مجبور کرنے کی وارداتیں بند ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہیز کی آتش کدہ کی آگ بڑھتی جا رہی ہے کیونکہ جہیز کا لینا اور دینا بیماری نہیں اس کی ایک علامت ہے، جس پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی اور ہمارا سماج اس پر محض اس خوف سے بحث نہیں کرتا کہ اس طرح وہ خود ننگا ہو جائے گا۔ خاص طور پر وہ عناصر جو آج عورتوں پر نام نہاد ظلم وزیادتی کے لئے مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں کل وہ خود جوابدہی کی حالت میں آ جائیں گے اس لئے کبھی قانون بنا کر تو کبھی عدالتی فیصلوں کے ذریعے اصلاح کی جا رہی ہے لیکن اس کی تہہ میں کون سے عوامل کارفرما ہیں ان کا گہرائی سے جائزہ نہیں لیا جاتا، نہ عوامی تربیت کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

مسلم معاشرے میں جہیز کا لین دین نہیں ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے، لیکن یہ ضرور کہہ سکتے ہیں بیویوں کو مظالم کا شکار بنا کر موت کے گھاٹ اتار دینے یا خودکشی پر مجبور کر دینے کے واقعات کا تناسب مسلمانوں میں کافی کم ہے، جس کی وجہ ان کا عقیدۂ آخرت اور اسلام کے وہ عائلی قوانین ہیں جن کو مسلم پرسنل لا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ طلاق وخلع کی جو سہولت اسلامی شریعت میں دی گئی ہے آج اس کو کھل کر مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ لیکن انصاف پسند حلقے یہ تسلیم کریں گے کہ موجودہ زمانے کے بیشتر مسائل کا حل اسی میں مضمر ہے اور اسلام نے عورت کو جس عزت، محبت اور حفاظت سے نوازا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ عورت اسلامی معاشرے میں ہی محفوظ نظر آتی ہے۔

بہر حال انسداد جہیز قانون ہو یا عدالتی فیصلے ان کا مقصد بھی عورت کا تحفظ کرنا ہے جس کے لئے پہلے ذہنی تربیت اور سماجی ڈھانچے میں پائی جانے والی خرابیوں کو دور کرنا چاہئے۔ ●●

پارلیمانی انتخاب اور خانوں میں تقسیم مسلمان

پرویز اشرفی

پارلیمانی انتخاب کی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔ تمام سیاسی پارٹیاں اپنے روایتی ہتھیاروں ''وعدوں'' اور ''دعووں'' سے مسلح ہوکر اپنے اپنے حلقوں میں پیش رفت کر چکی ہیں۔ پورا ملک سیاسی موسم میں لوٹ پوٹ ہے۔ ایسے میں عوام پر بڑی اہم ذمہ داری ہے خاص طور سے اقلیت کو نہایت ہوشیاری اور دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جمہوری حقوق کا استعمال کرنا چاہئے۔ موجودہ الیکشن میں اقلیت ہی ایسا گروہ ہے جو چوراہے پر کھڑا ہے۔ اب تک یہی سوچ رہا ہے کہ ''ہم کدھر جائیں؟'' ایک جماعت وہ ہے جس نے آزادی کے بعد لمبے عرصہ تک حکومت سنبھالی لیکن اقلیت کے مسائل پر آنکھ بند کئے رہی۔ دوسری طرف وہ فسطائی طاقت ہے جو اپنے آغاز سے ہی اقلیتوں کی سخت مخالف ہے۔ اُس کا بس چلے تو وہ ۲۵ فیصد اقلیت کو بحر ہند میں غرق کرنے سے بھی گریز نہ کرے۔ فرقہ پرست پارٹی کی حالت یہ ہے کہ ہر اُس تنظیم کی حمایت میں کھڑی نظر آتی ہے جو اقلیت کی مخالف ہے یا اُسے نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتی ہے خواہ وہ تنظیمیں ملکی ہوں یا غیر ملکی۔

ایک تیسری جماعت جو علاقائی پارٹی اور فکری اختلاف کی بنیاد پر بائیں بازو کی جماعت کہلاتی ہے حالانکہ کسی حد تک یہ سیکولر ہے مگر ابھی اس پوزیشن میں نہیں کہ حکمراں بن سکے ان حالات سے اقلیت دوچار تھی ہی کہ ملک کی ایک بڑی بھروسہ مند پارٹی اپنے غیر دانش مندانہ فیصلے کے سبب انتشار کا شکار ہوگئی جس سے خاص طور سے اقلیتی طبقہ میں اضطراب پایا جارہا ہے اس صورت حال میں موجودہ پارلیمانی انتخاب ایک بڑی آزمائش سے کم نہیں۔

ہندوستانی عوام ان سیاسی رہنماؤں سے تنگ آچکے ہیں سیاسی جماعتیں دھوکہ، فریب مکاری، جھوٹ، بہتان تراشی بدعنوانی اور بدکرداری کی دلدل میں دھنسی ہوئی ہیں۔ اتنے داغ ہونے کے باوجود سبز باغ دکھانے کا ڈرامہ جاری ہے۔ اس الیکشن میں مسلمانوں کو سنجیدگی سے یہ سوچنا ہے کہ وہ مرکز میں کیسی حکومت چاہتے ہیں۔ سیکولر فکر کی یا فرقہ پرست سوچ رکھنے والوں کی؟ یقین ہے کہ سبھی امن پسند عوام سیکولر حکومت کے خواہاں ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلم ووٹوں کی تقسیم کسی طرح بھی نہ ہو۔ مسلمانوں کو یہ بھی خیال رکھنا ہوگا کہ اُن کا ووٹ اُن کا اپنا ہے۔ وہ کسی شخصیت یا پارٹی کے ہاتھ گروی نہیں ہے۔ پوری دیانت داری سے سیکولر جماعتوں کے ایسے اُمیدواروں کو کامیاب کریں جو شریف النفس ہونے کے ساتھ ساتھ عوامی مسائل پر باریک بینی سے نظر رکھتے ہوں بالخصوص مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ جب تک مسلمانوں میں یہ جذبہ بیدار نہ ہوگا اُن کے مسائل حل نہیں ہوسکتے۔ ہماری مجبوری اور پسماندگی کا ہوّا کھڑا کرکے دھوکہ باز سیاسی جماعتیں ہمارا قیمتی ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب تو ہو جاتی ہیں۔ لیکن مسلمان اپنے تمام مسائل کے ساتھ وہیں کھڑا رہ جاتا ہے جہاں وہ انتخاب سے پہلے تھا۔ ایسا مسلمانوں کے غیر دانشمندانہ فیصلے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

موجودہ حالات میں بھی کچھ ایسے ہی اشارے مل رہے ہیں۔ دائیں بازو کی جماعت اقلیت مخالف مسلے پر متحرک ہو چکی ہے اور متحد بھی لیکن مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ کئی خانوں میں تقسیم ہیں۔ کوئی ہاتھ تھامے کھڑا ہے، تو کوئی ہاتھی پر سوار ہے، کوئی ''سائیکل'' پر دہلی پہنچنا چاہتا ہے تو کوئی تاریک دور میں ''لالٹین'' کے سہارے راستہ طے کرنے پر آمادہ ہے۔ کسی کو ''لال سلام'' پسند ہے تو کوئی کسی ''فرنٹ'' پر کھڑا ہے۔ ادھر اس طرح کی مہمیں بھی چلتی رہتی ہیں۔ شیعہ اتنے فیصد سنی اتنے فیصد بریلوی اتنے فیصد اہل حدیث اتنے فیصد اور دیوبندی اتنے فیصد۔ سوال یہ ہے کہ پہلے ہی خانے کیا کم تھے کہ مزید خانوں کی ضرورت پیش آگئی۔ یہ پچھڑی ذات کے مسلمانوں کے نام پر بھی چلتی رہی ہیں۔ حالات کیا پیغام دے رہے ہیں؟ ایسے میں مسلمان توقع کرسکتے ہیں کہ وہ متحد فرقہ پرست طاقتوں کو شکست دے سکیں گے؟ کاش! مسلم ووٹر اور اُن کے سیاسی رہنما اس امر پر غور کریں۔

اس الیکشن میں عوام کے سامنے ایک اور کمزوری آئی ہے۔ ہمارے سیاسی رہنماؤں میں اخلاقی قدروں کا کچھ زیادہ ہی فقدان ہے۔ ایک پارٹی کے رُکن ہوتے ہوئے دوسری پارٹی کی معاونت سے پرہیز نہیں یا پھر اچانک اپنے ذاتی مفاد کے لئے راتوں رات کپڑے کی طرح پارٹی ہی بدل دیتے ہیں۔ اس سے ذاتی مفاد کی تکمیل تو ہوجاتی ہے لیکن اس عمل کا اجتماعی اور اخلاقی اقدار پر جو برا اثر پڑتا ہے وہ کسی سے چھپا نہیں۔ فائدہ ایک شخص کا اور نقصان پوری ملت کا جس کی سزا پورے معاشرے کو بھگتنی پڑتی ہے۔ سیاسی ماحول میں ذاتی پسند ناپسند کا کوئی مطلب نہیں لیکن جب سیاسی کاموں میں ذاتی دشمنی اور مخالفت اپنا گھر بنانے لگتی ہے تو سارا اجتماعی نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔ حالیہ سیاسی ماحول میں جو زوال آیا ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ سیاسی رہنما بے اصول، بددیانت، نہایت جھوٹے، ہوچکے ہیں خدمت گار کوئی نہیں سارے طلب گار ہیں۔ سیاست سے اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہے۔ اسی لئے بگلا بھگت سیاسی رہنما وجود میں آرہے ہیں جن سے ملک وملت کو سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں ہورہا۔

ضروری ہے کہ مسلمان عقل وشعور، اجتماعیت، اعتصام بحبل اللہ بلند کرداری خود داری اور قوت ضمیر سے کام لیں، ۲ فیصد سکھ قوم سے سبق حاصل کریں جو ۸۴ء کے فساد کو اب تک نہ بھول سکے اور اپنے مقصد کے لئے کس قدر متحد ہیں کہ حکمراں طبقہ نے اپنے امیدواروں کی امیدواری ختم کردی۔ یہ غور کرنے کا مقام ہے۔ دو فیصد قوم متحد ہے اس لئے مرکزی حکومت پر اثر انداز ہوگئی۔ مسلمان ۲۵ فیصد ہیں لیکن منتشر ہیں اس لئے کہ ہم صرف ''ووٹ بنک'' ہیں۔ کیا واقعی ہم صرف ''ووٹ بینک'' ہیں؟ ذرا سوچئے۔

●●

اوباما نے تشدد کی دستاویز شائع کردیں

واشنگٹن- بی بی سی اُردو سروس کے مطابق امریکہ نے چار ایسی خفیہ دستاویزات شائع کی ہیں جن میں سابق صدر جارج بش کے دور میں سی آئی اے کے تفتیشی طریقوں کے قانونی جواز کی تفصیل بتائی گئی ہے۔ سی آئی اے کے اس طرح کے تفتیشی پروگرام پر تنقید کرنے والے اسے تشدد قرار دیتے ہیں۔

صدر باراک اوباما نے ایک بیان میں کہا ہے کہ کسی بھی سی آئی کے اہلکار پر تفتیشی پروگرام میں حصہ لینے کی وجہ سے مقدمہ نہیں چلے گا۔ اطلاعات کے مطابق سی آئی اے میں چند اہلکاروں کا خیال تھا کہ دستاویزات کے کچھ حصے شائع نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ اس طرح خفیہ اہلکاروں کے خلاف مقدمات کا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔ دستاویزات کو شائع کرنے کی درخواست شہری حقوق کے ایک گروہ امیرکن سول لبرٹیز یونین (اے سی ایل یو) نے کی تھی۔ تین دستاویز مئی ۲۰۰۵ء میں وزارت انصاف کے آفس آف لیگل کونسل (او ایل سی) کے اس وقت کے قائم مقام سربراہ اسٹیفن براڈبری نے تحریر کی تھیں جب کہ چوتھی یکم اگست کو وکیل جان یو نے لکھی تھی اور اس پر ان کے ساتھی جے بائے بی نے دستخط کئے تھے۔

واشنگٹن میں بی بی سی کے نامہ نگار کے مطابق یہ قانونی دستاویزات اس ڈراؤنی اور دہشت ناک حقیقت کی تصویر پیش کرتی ہیں کہ کس طرح سی آئی اے زیر حراست لوگوں کے ساتھ سلوک کرتی رہی ہے۔

آل انڈیا یونانی طبی کانگریس کا سالانہ اجلاس

نئی دہلی- آل انڈیا یونانی طبی کانگریس کی قومی مجلس عاملہ کی میٹنگ زیر صدارت صدر تنظیم ڈاکٹر اے یو اعظمی، (سابق ایم پی لوک سبھا) ۱۸ را پریل ۲۰۰۹ء کو چلڈرن گارڈن اسکول، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر ڈاکٹر اے یو اعظمی نے اپنے صدارتی خطاب میں تنظیم کی بیس سالہ کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مخلص دوستوں حکیم حیانت اللہ امروہوی اور پروفیسر حکیم سید اشتیاق احمد کی مخلصانہ خدمات کا اعتراف کیا اور کہا کہ ان حضرات کی وجہ سے ہی آل انڈیا یونانی طبی کانگریس، یونانی پیتھی کے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرنے نیز ترویج وترقی کی نئی راہیں ہموار کرنے میں کامیاب ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ مرکزی وزارت صحت کے تحت مشیر یونانی کے عہدے پر تقرر سے لے کر صوبائی سطح پر محکمہ یونانی کے قیام جیسے بنیادی مسائل کے حل میں ہمیں کامیابی نصیب ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن (بنگلور) کے قیام سے یونانی پیتھی کے روشن مستقبل کی امیدیں بڑھی ہیں۔ لیکن اسے مزید فعال بنانے کی ضرورت ہے، خاص طور سے انڈر پی. جی. (BUMS) و دیگر پی. جی. سرٹیفکیٹس کورسیز کو شامل کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر ڈی آر سنگھ نے پنجاب، ہریانہ، اتراکھنڈ اور ہماچل پردیش میں یونانی میڈیکل کالج کھولنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یونانی میڈیکل کالج نہ ہونے کی وجہ سے ان صوبوں میں یونانی پیتھی کی ناگفتہ بہ صورت حال بنی ہوئی ہے۔ انہوں نے مرکزی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک ایسا قانون لائے جس کے تحت صوبائی سطح پر یونانی میڈیکل کالج کا قیام لازمی قرار دیا جاسکے۔ انہوں نے دہلی حکومت کی توجہ مرکوز کرتے ہوئے یونانی پیتھی کے فروغ کے لئے جلد از جلد محکمہ یونانی کے قیام کا مطالبہ دہرایا۔ اس موقع پر مہاراشٹر، راجستھان، مدھیہ پردیش، دہلی، اترپردیش، اتراکھنڈ، مغربی بنگال، آندھرا پردیش، اڑیسہ، کیرلا، بہار اور جھارکھنڈ وغیرہ کے صوبائی صدر صاحبان نے ۲۰۰۸ء کی رپورٹ پیش کی۔ میٹنگ کے اہم شرکاء میں ڈاکٹر بہادر خاں، ڈاکٹر عبدالحسیب، ڈاکٹر مرزا زاہد رضا، حکیم محمد طارق امروہوی، ڈاکٹر تحسین رضا، ڈاکٹر سلیم ملک، ڈاکٹر صبیحہ اقبال، ڈاکٹر ایس ایچ صدیقی، حکیم احمد علی بلرامپوری، ڈاکٹر فراہیم، ڈاکٹر اتو پرسادورما، ڈاکٹر محمد عاصم قدوائی، ڈاکٹر عشرت پرویز، ڈاکٹر طفیل احمد خاں کے علاوہ معروف صحافی سالک دھامپوری اور طٰہٰ نسیم وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ تنظیم کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر سید احمد خاں نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سالانہ رپورٹ بھی پیش کی۔

حلقہ اُترپردیش مشرق کے دوروزہ علاقائی اجتماعات

جماعت اسلامی ہند حلقہ اترپردیش مشرق میں دو روزہ تربیتی وتنظیمی علاقائی اجتماعات منعقد ہورہے ہیں۔ ان اجتماعات میں نظمائے اضلاع، امراء مقامی ان کے دو معاونین، منفرد ارکان اور نظماء حلقہ کارکنان کی شرکت لازمی ہے۔ اجتماعات بعد نماز ظہر شروع ہوکر اگلے روز ظہر تک ختم ہوں گے۔ تفصیل مندرج ذیل ہے:

علاقہ گورکھپور:
۷/۸ رمئی ۲۰۰۹ء بلریا گنج، اعظم گڑھ

علاقہ الہ آباد:
۹/۱۰ رمئی ۲۰۰۹ء، الہ آباد شہر

علاقہ بنارس:
۱۱/۱۲ رمئی ۲۰۰۹ء بنارس شہر

علاقہ بستی:
۱۴/۱۵ رمئی ۲۰۰۹ء بانسی، سدھارتھ نگر

طارق فارقلیط فلاحی، سکریٹری حلقہ

بنام ارکان حلقہ چھتیس گڑھ

مرکز جماعت اسلامی ہند - قیم جماعت جناب نصرت علی کی جانب سے جاری کردہ ایک سرکلر میں حلقہ چھتیس گڑھ کے ارکان کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ حلقہ مدھیہ پردیش کے علاقہ ریاست چھتیس گڑھ کو ایک مستقل تنظیمی حلقہ کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ میقات رواں کی بقیہ مدت کے لئے وہاں امیر حلقہ کا تقرر کرنا تھا۔ چنانچہ محترم امیر جماعت نے ارکان حلقہ کی رایوں، حلقہ مدھیہ پردیش کی شوریٰ کے مشورے اور مصالحت جماعت کے پیش نظر جناب شفیق احمد صاحب رائے پور نمبر شمار مطابق فہرست ۳۱۶ کو امیر حلقہ مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعائے مغفرت

● نئی دہلی- میرے بھتیجے مولانا محمد عرفان ندوی بلھیلی، سپول، بہار کا تیس سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد ۱۸ را پریل کی صبح دہلی میں انتقال ہوگیا۔

ابوالکلام، کارکن سہ روزہ دعوت

● نئی دہلی- میرے دوست جناب پرویز احمد ممبئی میں سڑک حادثے میں شدید زخمی ہوگئے تھے۔ ممبئی کے اسپتال میں ۲۰ را پریل کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔

افضل حسین، کارکن سہ روزہ دعوت

مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

بنام ارکان مجلس نمائندگان

شرکاء اجلاس براہ کرم درج ذیل امور کو ملحوظ رکھیں: ☆ مقام اجلاس: جامع العلوم بنی کپا (Banni Koppa) شہر بنگلور سے میسور روڈ کی جانب ۲۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر نصب سنگ میل سے دائیں جانب ایک کلومیٹر اندرون کی جانب واقع ہے۔ آگے اسی راستہ پر Wonderla ہے جو ایک مشہور Amusement Park ہے۔ شہر بنگلور کے کسی بھی مقام سے Wonderla سے پہلے بنی کپا بآسانی پہنچا جاسکتا ہے۔ ☆ ہندوستان کے مختلف مقامات سے بنگلور پہنچنے والی ٹرینیں City Railway Station یا Yashwantpur Railwlay Station پر پہنچتی ہیں۔ City Railway Station سے مقام اجلاس کا فاصلہ ۲۷ کلومیٹر ہے۔ ☆ Yashwantpur Railway Station سے مقام اجلاس کا فاصلہ ۳۱ رکلو میٹر ہے۔ ☆ Banglore International Airport سے مقام اجلاس کا فاصلہ ۵۶ کلومیٹر ہے۔

ان تمام مقامات پر والنٹیرس موجود ہوں گے اور شرکائے اجتماع کے لئے سواریوں کا انتظام کیا جائے گا۔ ☆ شرکاء اجتماع بنگلور پہنچنے اور وہاں سے اپنی واپسی کی تفصیلات درج ذیل حضرات کو جلد از جلد نوٹ کراویں۔

سید حامد حسین صاحب
09845257031

مولانا نجم الدین حسین عمری صاحب
09448251921

نصرت علی (قیم جماعت اسلامی ہند)

یہ فلسطینی بچوں کو بگاڑنے کی سازش ہے

''دعوت'' ۲۸ رمارچ ۲۰۰۹ء کے شمارے میں حامد ماداور ردا سلیمانی کا مضمون ''امید! فلسطینی بچوں کا ہتھیار'' پڑھ کر سخت کوفت ہوئی۔ اب تک میں فلسطینی بچوں کا بہترین ہتھیار ''پتھر'' کو سمجھتا تھا۔ مگر بہت افسوس ہوا یہ جان کر کہ مغرب کے ارباب حل وعقد حرکت میں آگئے ہیں اور تحریک مزاحمت کو ختم کرنے کے لئے اپنی شیطانی چالیں چل رہے ہیں۔ وہ اس طرح کہ فلسطینی بچوں کی توجہات عیش ونشاط کی جانب موڑ رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام دشمنوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ اس تحریک کو طاقت کے ذریعے نہیں دبایا جاسکتا لہٰذا انہیں مختلف قسم کی تفریحات میں آرٹ اور ثقافت کے نام پر الجھا کر ان کی تحریکیت کو فنا کے گھاٹ اُتار دینا چاہتے ہیں۔ عجیب مذاق ہے کہ ظالم کو تو ظلم سے نہیں روکتے اور مظلوم کو تشدد سے نکالنا چاہتے ہیں۔ گویا ظالم کو غیر مزاحم غلام فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

محمد شاکر الاکرام فلاحی، بلارپور، مہاراشٹر

یوتھ ونگ اورنگ آباد

اورنگ آباد- یوتھ ونگ جماعت اسلامی ہند اورنگ آباد کی ایک نشست میں برادر خرم صدیقی اتفاق رائے سے اورنگ آباد یوتھ ونگ کا صدر منتخب کرلیا گیا۔ یہ انتخاب مرکز اسلامی میں ڈاکٹر جاوید مکرم صدیقی اور مولانا عبدالقوی فلاحی کی نگرانی میں ہوا۔ بعد میں نو منتخب صدر نے شیخ ضمیر کو یوتھ سکریٹری نامزد کیا گیا۔ یوتھ ونگ مشاورتی کمیٹی کے انتخاب میں عادل مدنی، لئیق احمد، عرفان صدیقی، محسن صدیقی جواد قادری، خلیل احمد قاری کلیم ممبران منتخب ہوئے۔

ماہِ مارچ کے دوران مرکزی ذمہ دارانِ جماعت کی مصروفیات

نئی دہلی- جماعت اسلامی ہند کے مرکزی ذمہ داران کی ماہانہ نشست امیر جماعت مولانا سید جلال الدین عمری کی صدارت میں ۷ را پریل کو مرکز جماعت میں منعقد ہوئی جس میں مارچ میں انجام دیئے گئے کاموں کے اہم اجزاء پیش کئے گئے۔

قیم جماعت جناب نصرت علی نے ۲۲ رمارچ کو اعظم گڑھ میں جمعیۃ علماء ہند کی دہشت گردی مخالف کانفرنس میں شرکت کی اور موضوع پر اظہار خیال کیا۔ قیم جماعت، نائب امیر جماعت جناب صدیق حسن اور سکریٹری جماعت جناب مجتبیٰ فاروق نے کیرلا کا سفر کیا اور ریاست کی سیاسی صورت حال کا جائزہ لینے کے ساتھ جماعت کی حلقہ کیرلا کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کی۔ ۲۴ رمارچ کو پاکستان ڈے کے موقع پر اس کے سفارتخانے کی دعوت پر امیر جماعت، قیم جماعت اور مجتبیٰ فاروق صاحب نے پروگرام میں شرکت کی۔

شعبۂ خدمت خلق کے زیر اہتمام بہار کے سیلاب زدہ علاقے میں کیرلا کے ایک بہی خواہ کے تعاون سے ۶۵ جوڑوں کی اجتماعی شادیوں کا اہتمام کیا گیا اور کپڑے اور مہر کا نظم کیا گیا۔ نائب امیر جماعت جناب صدیق حسن نے اررِیہ (بہار) اور موڈاسا (گجرات) کے اسکولوں کے پروگراموں نیز احمد آباد، لکھنؤ اور بھوپال میں رفقاء کے ساتھ اے پی سی آر کے پروگراموں میں شرکت کی۔ مرکز کیمپس کے زیر تعمیر اسپتال کے سلسلے میں بھی ذمہ داران جماعت کی نشست منعقد ہوئی اور بنیادی ضروری کام کی تکمیل کرواکے اسپتال شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جناب صدیق حسن نے خدمت خلق کے منصوبوں کے پیش نظر کالی کٹ، چنئی اور حیدرآباد کا بھی سفر کیا اور اہل خیر حضرات کے ساتھ نشستوں کے علاوہ جماعتی ذمہ داران سے ملاقات کی۔ موصوف نے حیدرآباد میں پارلیمانی الیکشن کے پیش نظر جماعت کے منشور کے اجراء کے پروگرام میں بھی شرکت کی۔ ۱۱۰ بچوں کی اسکالرشپ کی ایک قسط روانہ کی گئی۔ کوٹہ (راجستھان) میں ۷ اور ۸ مارچ کو اور بھوپال (ایم پی) میں حلقوں کی جانب سے دعاۃ کا تربیتی اجتماع منعقد ہوا جس میں حلقوں کے ذمہ داران کے علاوہ مرکزی شعبۂ دعوت کے سکریٹری جناب اقبال ملا وغیرہ نے شرکت کی۔ ۱۵ر مارچ کو مرکز جماعت میں شعبہ دعوت کی جانب سے دعوتی کام انجام دے رہی اہم شخصیات، اداروں کے ذمہ داران اور بزرگوں کا مشاورتی اجتماع منعقد ہوا اور ضروری باتیں طے کی گئیں۔

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی بعض اہم شخصیات سے ملاقات وگفتگو کے ساتھ لٹریچر کے تحائف پیش کئے گئے۔ شعبہ کی جانب سے ''دعوت دین کی اہمیت وضرورت'' اور ''موت کے بعد کیا؟'' نامی مختصر کتابچے تیار کئے گئے۔ منی پوری زبان میں ''اسلام کا نظام حیات'' کا ترجمہ مکمل کرایا گیا جس کی اشاعت جلد ہوجائے گی۔ سکریٹری شعبۂ رابطہ جناب اعجاز احمد اسلم نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی طلبہ یونین اور شیعہ حضرات کے جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کی اور خطاب کیا۔ سابقہ ایم پی ڈاکٹر جے کے جین کے یہاں مختلف مذاہب کے ذمہ داران کی نشست میں امیر جماعت مولانا سید جلال الدین عمری اور اعجاز احمد اسلم نے شرکت فرمائی۔ انتخابی سیاسی حکمت عملی طے کرنے کے لئے سابق ایم پی جناب سید شہاب الدین کے یہاں منعقد ایک نشست میں اسسٹنٹ سکریٹریز جناب انتظار نعیم اور جناب رفیق احمد نے شرکت کی۔ مختلف مقامات پر منعقدہ سیرت کے جلسوں کو جناب رفیق احمد نے خطاب کیا۔ یوپی کے سیاسی حالات پر مشاورت کے لئے جناب مجتبیٰ فاروق اور جناب رفیق احمد نے بعض شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ ایران کلچرل ہاؤس کے جلسہ سیرت اور ہفتہ وحدت کے پروگرام میں رفیق احمد صاحب نے شرکت کی اور اظہار خیال کیا۔

سکریٹری شعبہ اسلامی معاشرہ مولانا محمد رفیق قاسمی نے بہار کے اہم شہروں اور مقامات کا طویل دورہ کیا اور پٹنہ، گیا، مدھوپور، مونگیر، بھاگلپور، کٹیہار، مظفرپور، دربھنگہ، بتیا وغیرہ میں علماء کنونشن، مدارس ودارالعلوموں کے جلسوں، تحریکی رفقاء اور خواتین کے مختلف پروگراموں میں شرکت کی، اظہار خیال کیا، سوالات کے جوابات دیئے اور بعض جگہوں پر پریس کانفرنسوں کو خطاب کیا۔ مولانا نے دہلی کے ذاکر نگر جامع مسجد اور سفینۃ الہدایہ کے سیرت کے پروگراموں میں شرکت کی اور اظہار خیال کیا۔ اسی طرح موصوف نے ایرانی سفارت خانہ میں اتحاد ملت کے موضوع پر منعقدہ نشست میں شرکت کی اور موضوع پر روشنی ڈالی۔ سکریٹری شعبۂ تعلیم جناب محمد اشفاق احمد نے بتایا کہ درسیات کی اُردو اور انگریزی کتب کی تیاری جاری ہے۔ شعبہ کی جانب سے مرکزی درسگاہ اسلامی اور العرفان اسکول خلد آباد (اورنگ آباد) کا معائنہ کیا گیا۔ ماڈل اسکول دہلی کی انتظامی نشست میں بھی شرکت کی گئی۔ اساتذہ کی تربیت ورہنمائی کی جانب بھی توجہ کی گئی۔ جناب انتظار نعیم اسسٹنٹ سکریٹری شعبہ ملی وملکی مسائل نے تنظیمی حلقہ جات کو پارلیمانی انتخابات سے تعلق تحریکی سرگرمیوں کے متعلق جاری کئے گئے سرکلر کی تفصیل پیش کی۔ دھرم رکشا منچ کی جانب سے دیگر مسلم تنظیموں اور جماعتوں کو ارسال کیا گیا تفصیلی مطالباتی مراسلہ مرکز جماعت کو بھی موصول ہوا تھا۔ جناب انتظار نعیم نے اس کا مفصل جواب دھرم رکشا منچ کے پچاس ذمہ داران کو الگ الگ ارسال کیا۔ موصوف نے بتایا کہ آر ٹی آئی کے تحت محکمہ آثار قدیمہ (سرکل دہلی) اور دہلی وقف بورڈ سے اوقاف سے متعلق معلومات حاصل کی گئیں۔ جن کو اوقاف کے تحفظ کے لئے کوششوں میں استعمال کیا جارہا ہے۔

●●

مسجد اشاعت اسلام میں خطبۂ جمعہ

اتحاد و یکجہتی مسلمانوں کی بنیادی ضرورت ہے

نئی دہلی- جناب اعجاز احمد اسلم سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے ۱۷ را پریل کو اپنے خطبہ جمعہ میں بعض اہم مسائل کی طرف توجہ دلائی۔ انہوں نے مسلمانوں کو اس سلسلہ میں ان کی ذمہ داری یاد دلاتے ہوئے کہا کہ گو ہم اس ملک میں ایک قابل لحاظ تعداد رکھتے ہیں تاہم گزشتہ ساٹھ برسوں سے مسلمان فرقہ وارانہ فسادات کی آگ میں جھلس رہے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو دہشت گرد بتا کر پکڑا جاتا ہے اور انہیں اذیت ناک سزائیں دی جاتی ہیں، دوران سفر انہیں ٹرینوں، بسوں سے اٹھا لیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ادھر ۵-۱۰ برسوں میں ہمارے نوجوان کچھ پڑھ لکھ کر اس قابل ہوئے تھے کہ کچھ ملازمتیں حاصل کرسکیں، اپنے خاندان کو اونچا اٹھا سکیں مگر ان کی دھر پکڑ جاری ہے اور کوئی آواز اٹھانے والا نہیں ہے۔ ہماری ذلت وتحقیر اور تکلیف کی بھی کوئی حد ہے؟ انہوں نے افسوس کے ساتھ کہا کہ حکومت کے کارپردازوں کو بخوبی معلوم ہے کہ مسلمان ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ ان کے ساتھ میں تو کچھ کسی اور کے ساتھ ہیں انہوں نے اتحاد ویکجہتی پر زور دیتے ہوئے کہا کہ حالات کا تقاضا ہے کہ ہم متحد رہیں۔ ٹکڑوں میں نہ بٹیں۔ شاہ راہ چھوڑ کر پگ ڈنڈیوں میں نہ چلیں اور اپنے باہمی اختلافات کو حدود آشنا بنائیں۔ متحد ومنظم ہونا، خدا اور رسول کا وفادار ہونا اور اس امت کی خیر خواہی کو اہم سمجھنا ہمارے لئے بے حد ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں پسماندہ ذاتوں کا تناسب ۷ تا ۹ فیصد ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم وزیر اعظم بنیں گے۔ اور مسلمان ۱۵-۲۰ فیصد ہیں مگر ان کا کوئی وزن نہیں اگر ہم نے خدا اور رسول کی ہدایات کی بنیاد پر اتحاد کیا ہوتا تو ہمارا بھی اس ملک میں ایک وزن ہوتا حالانکہ ہمارے پاس ایک مضبوط نظریہ ہے جو کسی خاص قوم اور فرقہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جو تمام انسانوں کی فلاح وسعادت اور ان کی بھلائی کی ضمانت دیتا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو یاد دلایا کہ اتحاد ویکجہتی صرف الیکشن جیسے ہنگامی حالات کے لئے مطلوب نہیں ہے خواہ وہ ہمارے اسکول کالج، مساجد ہوں یا ادارے اور فورمس ہوں ہر جگہ اتحاد ویکجہتی اور باہمی تال میل مطلوب ہے اور اس میں اخلاص وللّٰہیت درکار ہے۔

مولانا عبدالسلام خاں کا انتقال/امیر جماعت کا اظہار افسوس

نئی دہلی- رام پور کی ممتاز علمی وادبی شخصیت مولانا عبدالسلام خاں کا ۱۳ را پریل کو ان کے وطن رام پور میں انتقال ہوگیا۔ مولانا عبدالسلام صاحب ۱۷ رمارچ ۱۹۱۷ء کو رام پور میں پیدا ہوئے، اپنے دور کے ممتاز اسلامی تعلیمی ادارے مدرسہ عالیہ رام پور میں تعلیم حاصل کی اور وہاں سے ۱۹۳۱ء میں فارغ ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ وہاں استاد مقرر ہوئے اور بعد میں پرنسپل ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں وہاں سے سبکدوش ہوئے۔ اُردو فارسی اور عربی زبان وادب میں مہارت رکھنے کے ساتھ انگریزی، فرنچ اور جرمن زبانوں میں انہیں اچھی واقفیت تھی۔ مرکز علم وادب شہر رام پور کی وہ واحد اور آخری شخصیت تھی جن کے علم وادب اور فکر وفلسفہ کا بڑا وقار اور اعتبار قائم تھا۔ ان کے علم میں رسوخ وگہرائی تھی اور اپنے ہم چشموں میں وہ قدر واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ فلسفہ ان کا خاص موضوع تھا اور قدیم وجدید فلسفہ دونوں سے انہیں دلچسپی تھی اور اپنے وقت کے عالم اسلام کے ماہر اساتذہ فکر وفلسفہ سے انہوں نے استفادہ کیا تھا۔ قرآن سے انہیں گہرا شغف تھا۔ چنانچہ اپنے بھائی شیخ الحدیث مولانا عبدالوہاب صاحب کی تفسیر تقریب القرآن (مکمل) کے دو ڈھائی پاروں پر انہوں نے تشریحی نوٹس لکھ کر شائع کیا۔ ان کے مطالعہ وتحقیق کا میدان بڑا وسیع تھا۔ چنانچہ غالب واقبال، ابن عربی اور مولانا روم کی مثنوی پر انہوں نے خاصا کام کیا اور بہت سارے مقالات وکتب شائع کیں۔ ان کا شمار دور حاضر کے معتبر اہل علم وادب میں ہوتا ہے۔ مرحوم کی علمی وادبی خدمات کے اعتراف کے بطور حکومت ہند نے انہیں ۱۹۹۰ء میں صدارتی ایوارڈ اور پھر ۱۹۹۷ء میں مولانا آزاد ایوارڈ سے نوازا۔ مرحوم نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو کی عملی تصویر تھے۔ شگفتہ مزاجی، بذلہ سنجی، حلم وتواضع ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ ایک باوقار اور پرکشش شخصیت اور مرنجان مرنج طبیعت کے وہ مالک تھے۔ جماعت اسلامی ہند کے اکابر سے مولانا عبدالسلام صاحب کے مخلصانہ اور دوستانہ روابط رہے۔ سابق امیر جماعت مولانا ابواللیث اصلاحی، مولانا صدرالدین صاحب اور موجودہ امیر جماعت سے وہ تعلق خاطر رکھتے تھے اور ان حضرات کا ایک دوسرے کے پاس آنا جانا رہتا تھا۔

امیر جماعت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نے اُن کے انتقال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار فرمایا ہے اور دنیا سے ان کے اُٹھ جانے کو ایک بڑا علمی وادبی خسارہ قرار دیا ہے۔ انہوں نے مرحوم کے لئے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی ہے اور ان کے اہل خانہ اور پسماندگی سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ پسماندگان میں اہلیہ، ۵ بیٹے اور ۴ بیٹیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے ناصرالدین خاں ایڈوکیٹ ہیں۔

(عبدالحق فلاحی)

جماعت اسلامی ہند حلقہ مہاراشٹر کا چار روزہ خصوصی کیمپ

جماعت اسلامی ہند حلقہ مہاراشٹر کے میقاتی منصوبے کے مطابق امرائے مقامی، نظمائے حلقہ ہائے کارکنان، مقامی ناظمات، نظماء وناظمات ضلع، سکریٹری شعبہ جات اور ارکان شوریٰ حلقہ مہاراشٹر پر مشتمل چار روزہ تربیتی وتنظیمی کیمپ ۲/۳/۴ رمئی ۲۰۰۹ء کو جالنہ میں منعقد کیا جارہا ہے۔ اس کیمپ میں مرکز جماعت سے محترم نصرت علی صاحب (قیم جماعت)، محترم عبدالباسط انور صاحب (مرکزی سکریٹری برائے تربیت)، امیر حلقہ اور حلقہ کے ذمہ داران شرکت کریں گے۔ اس کیمپ میں حلقہ کے مقامی وضلعی ذمہ داران اور سکریٹری شعبہ جات وارکان شوریٰ کی شرکت لازمی ہے۔ کیمپ کی تاریخوں کے پیش نظر حسب ضرورت ریزرویشن کروالیا جائے تو سفر میں سہولت ہوگی۔ اس چار روزہ کیمپ کے پروگرام کی کاپی تمام متعلقہ ذمہ داران کو بذریعہ پوسٹ روانہ کی جاچکی ہیں۔

شیخ متین
سکریٹری جماعت اسلامی ہند، حلقہ مہاراشٹر

عرب لیگ کا اسرائیل سے مذاکراتی بائیکاٹ کا فیصلہ

صبا ممتاز

عربوں کو اس حقیقت کا ادراک تو پہلے سے ہے کہ یہودی کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہوسکتے، لیکن مسئلہ فلسطین کے حل میں اگر وہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں تو ان کے اس رویے کو تعمیری معنوں میں لیتے ہوئے مثبت ردِعمل سامنے آنا چاہئے، مگر افسوس اسرائیل نے عربوں کی مصالحتی پیشکش کو ہمیشہ رد کیا بلکہ ان کے مفاہمتی رویے کو ان کی کمزوری سمجھتے ہوئے دوستی کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نہ صرف ٹھکرایا بلکہ فلسطینی مسلمانوں پر مظالم کی انتہا کردی جس کا ثبوت حالیہ غزہ کارروائی بھی ہے۔

حالیہ غزہ کارروائی اور اب اسرائیل میں انتہا پسند حکومت کے برسرِ اقتدار آجانے کے بعد امن کے امکانات خاصی حد تک معدوم ہوچکے ہیں۔ اسرائیل کے بنیاد پرست وزیراعظم نیتن یاہو سے صلح جو رویے کی توقع بھی نہیں۔ موصوف اکثر وبیشتر اپنے بیانات میں مسلم دشمنی اور فلسطینی قوم سے نفرت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ مسئلہ فلسطین پر فریقین سے بات چیت کے لئے تو تیار ہیں مگر دوریاستی فارمولے سے اتفاق نہیں کرتے۔ نیتن یاہو کا یہ بیان سراسر فلسطینی ریاست کی قبولیت سے انکار کے زمرے میں آتا ہے، بلکہ فلسطینی ریاست کے وجود کو ہی مٹا دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عربوں نے بھی اپنے فارمولے میں تبدیلی لاتے ہوئے اسرائیل سے مذاکرات کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا ہے۔ گزشتہ دنوں دوحہ چوٹی کانفرنس میں عرب لیگ نے مشترکہ طور پر اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ یہودیوں کے غیر مفاہمتی اور مسلم دشمن رویوں کو دیکھتے ہوئے ان سے مذاکرات نہ کئے جائیں۔ عرب لیگ کے جنرل سکریٹری عمرو بن موسیٰ نے کہا کہ ”اب اسرائیل سے مذاکرات نہیں کئے جائیں گے۔ تمام اسرائیلی حکومتوں کا ایک ہی ایجنڈا ہے، دائیں یا بائیں بازو کی جماعتوں میں کوئی فرق نہیں۔ عمرو بن موسیٰ نے مزید کہا کہ اب اسرائیل سے اس وقت تک مذاکرات نہیں ہوسکتے جب تک وہ مقبوضہ بیت المقدس میں آباد کاری نہیں روکتا۔“ اسرائیل نے مسئلہ فلسطین کو اس قدر الجھا کر رکھ دیا ہے کہ وہ خطے میں صرف اور صرف اسرائیلی ریاست کا وجود چاہتا ہے۔ فلسطینی ریاست کو تو وہ تسلیم کرنے پر تیار ہی نہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ ڈھٹائی کے اصول پر عمل کرتے ہوئے یہودی بستیوں کی آباد کاری میں بھی مصروف ہے اور دھڑا دھڑ ان کو وسعت دے رہا ہے جو کہ امن فارمولے یا بین الاقوامی ایجنڈے کے بالکل منافی ہے۔

عربوں کی یہ بھی کوشش ہے کہ فلسطینی دھڑوں میں اتفاق رائے ہوجائے اور یہ دھڑے منظم ہوکر فلسطین کی جدوجہد کے لئے اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ حماس نے فلسطینی جماعتوں کے درمیان جاری مذاکرات میں مصر کی ثالثی کوششوں کی تعریف کی ہے اور فریقین پر زور دیا ہے کہ وہ مذاکرات میں غیر ملکی دباؤ کے جھانسے میں نہ آئیں۔ غیر مسلم قوموں خصوصاً امریکہ اور اسرائیل کی پوری کوشش ہے کہ ان دھڑوں کو متفق نہ ہونے دیا جائے۔

ادھر اسرائیل حماس کے ساتھ مصالحت کے لئے بھی کئی قسم کی شرائط عائد کررہا ہے جن میں حماس کا غیر مسلح ہونا پہلی شرط ہے۔ اسرائیل بار بار حماس کے غیر مسلح ہونے پر اصرار کررہا ہے۔ نئے اسرائیلی وزیر خارجہ لیبرمین نے کہا کہ ”ہم باتوں کی بجائے عملی اقدامات پر یقین رکھتے ہیں، اس لئے مفت میں فلسطینیوں کو رعایت نہیں دیں گے۔“ لیبرمین نے یہ بھی کہا کہ ضرورت پڑی تو یہودی آبادیوں کے انخلاء کے بارے میں سوچیں گے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ سب کچھ مفت میں ہوجائے گا۔ انہوں نے سابقہ حکومت کی کارکردگی کو ناقص ٹھہراتے ہوئے کہا کہ سابقہ حکومت کاغذی کارروائی پر عمل پیرا رہی ہے لیکن ہم عملی اقدامات کریں گے۔ فلسطینیوں کے ساتھ مذاکرات کے لئے فلسطینی اتھارٹی کو حماس اور دیگر تمام مسلح تنظیموں کو غیر مسلح کرنا ہوگا۔ یورپی یونین سمیت کئی دیگر ممالک نے ہماری حکومت کو بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔ لیبرمین نے کہا کہ ۲۰۰۷ء میں امریکہ میں ہونے والی اناپولیس کانفرنس کے فیصلوں کو امریکہ اسرائیل پر مسلط نہیں کرے گا۔“ سابق اسرائیلی وزیر خارجہ اور ”قدیمہ پارٹی“ کی چیئرپرسن زپی لیونی نے لیبرمین کے بیان پر کڑی تنقید کی ہے اور کہا ہے ان کے اقدامات نے اسرائیل کو کئی پیچھے کی جانب دھکیل دیا ہے۔

اسرائیل کی نئی حکومت کے عہدیدار خصوصاً وزیراعظم اور وزیر خارجہ کے کڑے بیانات مسئلہ فلسطین کو اور الجھا رہے ہیں، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نئی حکومت مسئلہ فلسطین کو سلجھانے کے حق میں نہیں۔ نوتشکیل زدہ حکومت نے نہ صرف فلسطینی ریاست کے تشخص کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا ہے بلکہ وہ امن کے لئے کسی بھی قسم کی سنجیدہ پیشرفت کے لئے تیار نہیں۔ وزیر خارجہ نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے۔ کہ وہ اناپولیس امن سمجھوتے کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں اور اسے جبر کے تحت مسلط کیا گیا معاہدہ سمجھتی ہیں۔ یہودی آبادیوں کے بارے میں ان کے رویے میں کوئی لچک سامنے نہیں آئی۔ اسرائیل کی نئی حکومت حماس اور دیگر فلسطینی دھڑوں کے غیر مسلح ہونے پر تو مُصر ہے مگر خود بھاری اسلحہ اور جدید ترین ہتھیاروں کی مدد سے غاصبانہ قبضے کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اس کے بارے میں اس کا کیا خیال ہے؟ حماس اور دیگر فلسطینی تنظیموں کو غیر مسلح کرنے پر وہ جس طرح زور دے رہی ہے۔ اس سے اس کی بدنیتی کا صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ فلسطینی دھڑوں کو بالکل تنہا اور غیر مسلح کردیا جائے تاکہ وہ ظلم کا جواب کسی طور دینے کے قابل رہے اور نہ اپنا دفاع کرسکے۔ اس صورت میں اسرائیل کو کھلا میدان مل جائے اور وہ حماس اور دیگر تنظیموں کے قائدین اور جانبازوں کا مکمل صفایا کرسکے۔ اسرائیل نے حالیہ غزہ کارروائی میں جو ظلم توڑے ہیں یورپ کو وہ تو نظر نہیں آتے اور حماس کے راکٹوں کو وہ شدید حملے گردانتی ہے۔ اگر حماس کے راکٹ اتنے موثر ہوتے یا اس کے پاس اتنا جدید ترین اسلحہ ہوتا تو آج اسرائیل خطے کا چودھری نہ بنتا اور اس کی قطعاً یہ جرأت نہ ہوتی کہ وہ عرب ممالک کے وسط میں ایک صیہونی ریاست تخلیق کرے اور عربوں کے سرپرست مسلط ہوکر بیٹھ جائے۔ حماس کو غیر مسلح کرنے کی شرط رکھنے والا اسرائیل کیا خود کو غیر مسلح کرنا پسند کرے گا؟ حماس کے راکٹ اسرائیل کو قبول کو قبول نہیں، مگر کیا اسرائیل کا جدید ترین اور مہلک اسلحہ وہتھیار فلسطینی قوم کے حق میں ہیں۔ اسرائیل کو اپنے حقوق اور اپنی قوم کی حفاظت کا تو خیال ہے۔ مگر وہ فلسطینیوں کی جان کا دشمن بنا بیٹھا ہے۔ اب حماس اور دیگر تنظیموں کو غیر مسلح کرکے وہ ان کا مکمل صفایا کردینا چاہتا ہے تاکہ فلسطینی عوام کے حقوق کے لئے کوئی بھی آواز اٹھانے والا نہ رہے۔ ایک قوم کے حقوق کو غصب کرکے اس پر اپنے حقوق کی آبیاری کرنا سراسر ظلم اور استحصال ہے۔ اسرائیل کے اس ظلم اور استحصال کی گواہی تو واضح ہے۔ اوپر سے یورپی یونین کے کرتا دھرتا اس کے بیانات اور اقدامات کی مذمت کرنے کی بجائے اسے شہ دے رہے ہیں کہ حماس کے راکٹ اسرائیل کے لئے مہلک ہیں۔ حماس کو راکٹوں کے استعمال سے ہاتھ کھینچ لینا چاہئے اور غیر مسلح ہوجانا چاہئے۔ امریکہ اور یورپ نے اسرائیل کو مکمل تعاون کا یقین دلایا ہے۔ اسرائیل کی انتہا پسند حکومت امن کی راہ میں مزید رکاوٹ کا باعث بن گئی ہے، اس نے اپنی مرضی اور خواہشات کے برعکس کسی بھی سمجھوتے کو تسلیم کرنے سے مکمل طور پر انکار کردیا ہے۔ اپنے سابقہ حکمرانوں کی روش کو اس نے احمقانہ قرار دیا ہے اور ان پر عمل کرنے سے انکار کردیا ہے۔ زپی لیونی موساد کی ایجنٹ بھی رہ چکی ہیں مگر اس کے باوجود مسئلہ فلسطین کے الجھاؤ نے انہیں اس حقیقت کا ادراک کرنے پر مجبور کردیا جس کا وہ اظہار بھی کرچکے ہیں کہ اگر فلسطینی ریاست وجود میں نہ آئی تو اسرائیلی ریاست کا تشخص خطرے میں پڑجائے گا۔ دوریاستی فارمولا خود اسرائیلی ریاست کے تحفظ وبقاء کے لئے ضروری ہے۔ نوتشکیل شدہ اسرائیلی ریاست کا تشخص خطرے میں پڑجائے گا۔ دوریاستی فارمولا خود اسرائیلی ریاست کے تحفظ وبقا کے لئے ضروری ہے۔ نوتشکیل شدہ اسرائیلی حکومت اس نکتے کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ یک ریاستی فارمولا خود اسرائیلی ریاست کے تشخص کے لئے خطرہ ہے۔ عرب لیگ اجلاس میں عربوں کے درمیان باہمی اعتماد اور اتفاق کی فضا میں فلسطینیوں کے درمیان مصالحت اور غزہ کی آباد کاری جیسے متعدد اہم مسائل زیر بحث آئے۔ یہ ایسے مسائل ہیں جن میں مصر بہت اہم کردار ادا کررہا ہے اور فلسطینی دھڑوں میں ثالثی کا کردار بھی نبھا رہا ہے۔ ایسے میں مصر کی اس کانفرنس میں عدم شرکت نے کانفرنس کی اہمیت کو متاثر کیا، مگر بحیثیت مجموعی عربوں نے مختلف معاملات میں اظہار یکجہتی سے تجاویز پیش کیں۔ اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے قطر کا انتخاب کیا گیا جہاں پہلے بھی کئی مصالحتیں کروائی جاچکی ہیں۔ عرب ممالک کے درمیان اشتراک عمل ہی مسلم امہ کے مسائل کا واحد حل ثابت ہوسکتا ہے۔ اس وقت عرب ممالک بمقابلہ اسرائیل ہیں۔ انتہا پسند حکومت برسراقتدار آجانے کے بعد مفاہمتی عمل متاثر ہوا ہے اور یقینی طور پر یہ عرب فلسطین مسئلہ پر اس کا اثر پڑا ہے۔ اس نئی حکومت کا یقین ہے کہ عرب ممالک کے ساتھ امن کی بات کرنے یا امن سمجھوتہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وزیر خارجہ لیبرمین تو فلسطینیوں کے حقوق کو کسی طور پر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان کا پُرزور مطالبہ رہا ہے کہ بجائے فلسطینی باشندوں کو ان کی سرزمین پر بسانے کا حق دینے کے ان کو ان کے وطن سے بے دخل کرکے کہیں اور منتقل کردیا جائے۔ ان کا شدومد سے کہنا ہے کہ ان فلسطینیوں کو اسرائیل سے منتقل کرکے کسی عرب ملک میں بھیج دیا جائے یا کسی اور ملک پر قبضہ کرکے انہیں وہاں بسا دیا جائے۔ اسرائیل کی سرزمین کو ان عرب فلسطینیوں کے وجود سے عربوں کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لئے دی گئی سات سالہ مدت کا خاتمہ بھی ہورہا ہے۔ مگر اسرائیل کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، وہ ٹس سے مس ہونے کو تیار نہیں۔ اسے اس امر کی پرواہ نہیں کہ عرب ممالک اسے تسلیم کرتے ہیں یا نہیں، کیونکہ امریکہ اور یورپ اس کی پشت پر کھڑے ہیں۔ اسرائیل کی ان سازشی پالیسیوں کا توڑ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عرب ممالک سنجیدگی سے غور کرکے مناسب حکمت عملی اور متوازن پالیسی اختیار کریں تاکہ اسرائیلی سیاست کا توڑ کیا جاسکے اور عربوں کے مفادات کو محفوظ رکھا جاسکے۔ عراق کی بربادی اور اب سوڈان کے وسائل اور خزانوں پر قبضے کا منصوبہ، سوڈان کے صدر عمر البشیر کے خلاف سوچی سمجھی سازش، یہ سب کیا ہے۔ عربوں کو ذلیل اور رسوا کرنا، مسلمانوں کی تذلیل کے طریقے اور ان کے وسائل کو ہتھیانے کے لئے ڈرامے۔ اب اگر عرب ممالک متفقہ اعلامیے پر چلتے ہیں اور اسرائیل سے مذاکرات کا راستہ منقطع کرتے ہیں تو انہیں کسی کے دباؤ میں آنے کی بجائے آزادانہ اور خود مختارانہ روش کو اپنانا چاہئے۔ امریکہ کے اشاروں پر چلنے یا اسے اپنا خیر خواہ سمجھنے کی بجائے اپنی پالیسیوں کو خود مرتب کرنا چاہئے اور اپنے لئے اچھے برے کی تمیز وتفریق خود کرنی چاہئے متحدہ حکومت کے ذریعہ وہ امریکہ پر دباؤ ڈال سکتے ہیں کہ وہ عربوں کے تعلق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی پالیسیوں میں عربوں کے لئے تعمیری تبدیلیاں لائے جس میں اسرائیل کی ناجائز حمایت سے دستبرداری ہو۔ امریکہ اسی صورت عرب اسرائیل جھگڑے میں منصفانہ سیاست اپنا سکتا ہے۔ اگر عرب اسرائیل سے مذاکرات نہ کریں اور امریکہ کی ہاں میں ہاں ملانے کی بجائے یک زبان ہوکر اسے اپنے موقف پر جھکنے پر مجبور کردیں۔

اُمید تو یہی ہے کہ یہ کانفرنس عربوں کے ایک نئے دور اور نئے عمل کا نقطہ آغاز ثابت ہوگی، وہ اس کانفرنس میں کئے گئے عہد وپیمان پر قائم رہیں گے۔ اسرائیل کی نئی حکومت کے سربراہ کٹر قسم کے صیہونی لیڈر ہیں۔ وہ مصالحت کی بجائے فلسطین کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے قائل ہیں۔ وہ فلسطینیوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک پر یقین رکھتے ہیں اور ان کی آزادی دینے کے قائل نہیں۔ نیتن یاہو اور لابرمین جس قماش کے صیہونی ہیں اور نہ صرف فلسطینی قوم کے لئے عذاب بلکہ اسرائیل کے لئے بھی تباہ کن ثابت ہوں گے۔ بنیامین نیتن یاہو کا تو انتخابی منشور ہی یہ تھا کہ عرب اردن سے یہودی آبادی کے خاتمہ کی بجائے اسے وسعت دی جائے۔ یروشلم مکمل طور پر اسرائیل کا حصہ اور دارالحکومت ہے۔ حماس کا تختہ الٹ دیا جائے، ایران کو تباہ وبرباد کردیا جائے۔ اسرائیل کا مسئلہ عالم اسلام کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ عربوں اور عالم اسلام کے حکمرانوں کی بنیادی کمزوری ان کا آپسی انتشار ہے۔ عصر حاضر میں کانفرنسوں کو صرف مل بیٹھنے کا بہانہ یا کاغذی کارروائیوں تک محدود کردیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اب بھی ہوش کے ناخن کے لئے جائیں اور اسرائیل کی سیاست اور امریکہ کی منافقت کا توڑ کرنے کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں۔ متنازعہ مسائل کے حل کے لئے متحد ویکجا ہوکر ان ممالک سے دوٹوک بات چیت کی جائے، اگر یہ عالم اسلام کے مسائل پر سرنہیں دھنتے تو ہر میدان میں ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ●●

ہندوستانی میڈیا میں دہشت گردی کی چیخ پکار

ڈاکٹر سید عبدالباری

اس وقت دہشت گردی کی ہانک پکار ایک اعلیٰ تجارتی ٹیکنک بن گئی ہے جس کا جنون اندرون ملک اور بیرون ملک ہر جگہ چھایا ہوا ہے اور سب اپنی اپنی اوقات کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ سب سے زیادہ فائدہ ارباب اقتدار کو حاصل ہے جو دہشت گردی سے متعلق نئے اور پرانے قوانین کی مدد سے اپنے بے قصور وار بے سہارا عوام پر ستم ڈھاتے رہتے ہیں اور کسی کی ہمت نہیں کہ اس معاملے میں سیاست دانوں کی نیت اور عوام کے تحفظ سے متعلق امور میں کوئی سوال اٹھاسکے۔ سیکوریٹی فورسز کو گویا ہر طرح کے غیر قانونی اقدامات اور جرائم کی کھلی چھوٹ حاصل ہوگئی ہے جس کے لئے ان کو میڈل اور انعامات اور منصب میں بلندی سے نوازا جاتا ہے اور بڑے بڑے فنڈ مہیا کرائے جاتے ہیں جس کا کوئی حساب کتاب نہیں۔ اخبارات اور نیوز چینلز سنسنی خیز خبریں پیش کرکے اپنی مقبولیت میں اضافہ کرتے ہیں۔ ایسی ایسی داستانیں اس خوفناک انداز سے گڑھی جاتی ہیں جنہیں سن کر ہم کانپ جائیں اور لطف یہ ہے کہ ان کا حقیقی دنیا سے کوئی تعلق یا عوام کے تحفظ سے واسطہ نہیں ہوتا۔ اس فضا میں ہر فرد اپنے تحفظ کی فکر میں غلطاں نظر آتا ہے اور اسلحہ فروشوں اور سیکوریٹی مہیا کرانے والے گارڈز کی خوب بن آئی ہے اور سیکوریٹی مہیا کرانے والوں کا کاروبار شباب پر ہے۔ بی جے پی نے تو سیکوریٹی کے واہمہ کو اپنا انتخابی مدعا سیکوریٹی مہیا کرانے والوں کا کاروبار شباب پر ہے۔ بی جے پی نے تو سیکوریٹی کے واہمہ کو اپنا انتخابی مدعا بنا رکھا ہے۔ اس خوف کو نفسیات اور تحفظ کے جنون کی وجہ سے حکومت اربوں اور کھربوں روپئے حکومت کے کاریہ داروں اور لیڈروں پر خرچ کررہی ہے اور اس کا بوجھ غریب عوام پر ٹیکسوں میں اضافہ اور بڑھتی ہوئی مہنگائی کی شکل میں پڑتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ عوام کی صحت، تعلیم اور دیگر معاشرتی ضروریات پر خرچ کرنے کے لئے حکومت کے پاس بجٹ نہیں ہوتا۔ اور دن بدن بڑھتی ہوئی غربت کا کوئی مداوا نہیں کیا جاتا البتہ عوام کو یہ تاثر ضرور دیا جاتا ہے کہ حکومت ان کے سروں پر منڈلاتے ہوئے خطرات کو دُور کرنے اور ان کو تحفظ مہیا کرانے میں دن و رات مصروف ہے۔ اس وقت ملک کے رہنماؤں کے سامنے سب سے بڑا ایجنڈا تحفظ کا ہے اس لئے کہ ان کو اپنے پڑوسی سے خطرات واندیشوں کی آندھیاں آتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ تحفظ مہیا کرانے کی اس گنگا میں ہر لیڈر جی بھر کر اشنان کررہا ہے اور دولت کا انبار لگا رہا ہے۔

گزشتہ مہینہ میں جب کہ مسٹر ورون اپنے زہریلے بیانات کی وجہ سے جیل بھیجے گئے ہماری حکومت اپنی مدت کے آخری ایام میں دنیا کی سب سے بڑی دہشت گرد طاقت

باقی صفحہ ۵ پر

الیکشن نامہ

مولانا عامر عثمانیؔ

مجھ سے اے دوست! الیکشن کی حکایت مت پوچھ
کیا گزرجاتی ہے دو دن میں قیامت مت پوچھ

یہ الیکشن کے مجاہد، یہ خطیبانِ کرام   قوم کے عشق میں ہے جن کے لئے چین حرام
جن کے ہونٹوں پہ اصلاح کے اونچے دعوے   کھائے جاتی ہے جنہیں حُبِ وطن، فکرِ عوام

ان کی تولید کا موسم ہے الیکشن اے دوست
فصل حب الوطنی، عشق کا سیزن اے دوست

لے وہ تیار ہیں وعدوں کے فلک بوس محل   لے وہ انصاف برسنے کو ہے گرجے بادل
لے وہ بے کاری وافلاس نے دم توڑ دیا   لے وہ لہرائے نئی صبح کے رنگیں آنچل

ہُن برسنے کو ہے غربت کے شبستانوں میں
جھونپڑے سارے بدل جائیں گے ایوانوں میں

چارسمتوں سے اٹھا اپنی ہی تعمیر کا غل   باتوں باتوں میں بندھے خدمت وایثار کے پُل
لومڑی صاف یہ کہتی ہے کہ ہوں شیر ببر   اور زاغوں کو یہ دعویٰ ہے کہ ہوں میں بلبل

قوم کے درد سے پھٹتے ہیں کلیجے کتنے
غم کی بھٹی سے تپے جاتے ہیں بھیجے کتنے

جن بچاروں کو کبھی غم سے سرو کار نہ تھا   جن کے کاندھوں پہ مشقت کا کوئی بار نہ تھا
بال بچوں کے لئے رزق کمانے کے سوا   جن کے حصے میں جہاں کا کوئی آزار نہ تھا

آج وہ درد کی تصویر بنے پھرتے ہیں
ملک اور قوم کی تقدیر بنے پھرتے ہیں

عمر بھر جن کو رہی خدمت انسانی سے لاگ   نہ جلی جن کے دلوں میں کبھی احساس کی آگ
جن کے کردار کی پستی نے ہمیشہ لوٹا   رحم وانصاف وروداری ومذہب کا سُہاگ

آج دعویٰ ہے انہیں صاحبِ کردار ہیں ہم
لیلیٰ قوم کی الفت میں گرفتار ہیں ہم

جن کے ہر فکر کا محور تھے، فقط کام ودہن   جن کے جسموں کو گراں ہوتی تھی بستر کی شکن
فرش مخمل کے سوا اور کہیں چلنے سے   جن کے تلوؤں میں بڑے زور کی ہوتی تھی چبھن

آج سڑکوں پہ وہ پیدل ہی چلے جاتے ہیں
آتشِ جذبہ خدمت سے جلے جاتے ہیں

ہائے یہ پھول سے چہروں پر غم قوم کی گرد   اُف یہ بارِ غم خدمت سے لچکتے ہوئے مرد
ہائے یہ قوم کے دُکھ درد کا ظالم احساس   ہائے بیتاب نگاہوں میں یہ افسانۂ درد

دُکھ پڑوسی کا بھی کل تک جسے معلوم نہ تھا
خیر سے آج نمائندہ جمہور ہوا

دوڑتے دوڑتے پیروں میں پڑے ہیں چھالے   قوم کے عشق میں سارے ہی جتن کر ڈالے
نوٹ اور ووٹ میں کچھ فرق نہیں ہے ایسا   صرف اک حرف بدلتے ہیں بدلنے والے

ایک ہی چیز سیاست بھی تجارت بھی ہے
مفتی وقت یہ کہتا ہے عبادت بھی ہے

آج تو ایک بلانوش بھی مسجد میں گیا   جاکے سجدے میں گراگر کے خدا سے یہ کہا
اے خدا قوم سے ووٹوں کی تو ہے کم اُمید   تو ہی کچھ غیب کے پردے سے کرشمہ دکھلا

تیری قدرت تو وہ ہے، جس کی نہ حد ہے نہ حساب
تو جو چاہے تو اٹھے، سینۂ صحرا سے حباب

صرف ایک بار جتادے، تجھے اپنی ہی قسم   ممبری مجھ کو دلادے، تجھے اپنی ہی قسم
کل مجھے آتشِ دوزخ میں بھی جلنا منظور   آج کُرسی پہ بٹھا دے تجھے اپنی ہی قسم

میں بھی ہوں تیرا ہی بندہ مرے پیارے مولا
اپنے محبوب کا صدقہ مرے پیارے مولا

سیٹھ جگدیش بھی مندر میں نظر آتے ہیں   اور دیوی کے چرن چھوکے یوں فرماتے ہیں
آج ہم پہلے پہل آئے ہیں بنتی لے کر   تیرے چرنوں کے لئے پھولوں کی تھالی لے کر

تیرے ہونے پہ الیکشن کا ٹکٹ لے بیٹھے
قوم کے ہاتھ میں، اپنا ہی گلا دے بیٹھے

سوجتن کرکے مسیتاؔ بھی ٹکٹ لے آیا   حقہ پیتے ہوئے اُس نے بھی یہ ارشاد کیا
لوگ عزت سے کہیں شیخ مسیتاؔ مجھ کو   پاس نزدیک کی جنتا مجھے سمجھے نیتا

دس بگھا اکھ میں بیوپار یہ مہنگا تو نہیں
ہار بھی جاؤں تو کچھ میرا بگڑتا تو نہیں

لوگ کہتے ہیں کہ روٹی جو نہیں کچھ بھی نہیں   دال بازار میں سستی جو نہیں کچھ بھی نہیں
ہے مگر قوم کے لیڈر کا یہ ارشادِ عظیم   اپنی تقدیر میں کرسی جو نہیں کچھ بھی نہیں

جھوٹ، بہتان، دغا، وعدہ خلافی کیا ہے
قوم سے عشق اور عشق میں سب چلتا ہے

(مجموعہ کلام، ”یہ قدم قدم بلائیں“)

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawatnews@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57

POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2090 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post

انتخابات ایک آزمائش

صادق نوید، بھٹکل

پارلیمانی انتخابات بالکل قریب ہیں۔ صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں ملک کے ہر ایک شہری کے لئے یہ ایک آزمائش ہے۔ ملک کو آزاد ہوئے ۶۲ سال گزر چکے ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سیاسی پارٹیاں کیا گل کھلا رہی ہیں۔ انتخابات کا زمانہ آتا ہے تو نت نئے جھوٹے وعدوں پر مبنی الیکشن مینی فسٹو کے ذریعے لوگوں کو بہلایا جاتا ہے۔ کچھ پارٹیاں سیکولرزم کا دم بھرتی ہیں تو دوسری پارٹی کمیونلزم کے زہر کو لوگوں کے ذہنوں میں گھول کر ملک کی اکثریت کو ورغلانے اور بھڑکانے کا کام کرتی ہیں۔ اکثریت میں سے کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ پارٹی ہماری ہمدرد ہے، ان کی جیت سے ہمارا تحفظ ہوگا اور ملک ہندو راشٹر بنے گا تو انہیں بہت سی مراعات ملیں گی۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر فرقہ پرست پارٹی برسر اقتدار ہوگی تو اقلیت کے ساتھ ساتھ اکثریت کو بھی بہت نقصان ہوگا۔ ان کی ذات پات کی سیاست ان میں سے کسی کو بھی نہیں بخشے گی۔ یہ پارٹیاں صرف سیاسی فائدے کے لئے مذہب کا نام لیتی ہیں۔ رفاہ عام کے کام اور ترقیاتی منصوبوں سے ان کو دور کا واسطہ بھی نہیں۔

اسی طرح سیکولر پارٹیاں بھی نہ مسلمانوں کی نہ دوسرے غیر مسلمین کی ہمدرد ہیں۔ جھوٹے وعدوں کے ذریعے عوام کو سبز باغ دکھانا ان کا معمول بن گیا ہے۔ فرقہ پرست پارٹیوں اور تنظیموں کو کنٹرول کرنے اور ان کے ناپاک عزائم پر روک لگانے کا ان کے پاس کوئی پروگرام نہیں۔ مسلمانوں پر فرقہ پرستوں کے ذریعے ظلم وستم ہوتا ہے تو یہ خاموش تماشائی بنی بیٹھتی ہے۔ فسادات کے موقعوں پر ظلم بھی مسلمانوں پر ہی ہوتا ہے اور گرفتاریاں بھی مظلوم مسلمانوں کی ہوتی ہیں۔

اس وقت فرقہ پرستوں کی دہشت گردی، رشوت خوری اور غربت ملک کے تین بڑے مسائل ہیں۔ نیز ان مسائل میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ان حالات میں کوئی بھی پارٹی نہ برادران ملت کی ہمدرد ہے نہ برادران وطن کی ہمدرد۔ کوئی پارٹی جب دیانتدار، مخلص اور امن پسند نہیں ہے تو پھر ووٹ کس پارٹی کو دیں؟ اس کا جواب بہت واضح اور آسان ہے۔ ووٹ صرف اور صرف اس امیدوار کو دیں جس میں فرقہ پرست پارٹی کے امیدوار کو شکست دینے کی اہلیت ہو۔ وہ امیدوار کسی بھی مذہب یا پارٹی سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو۔ آج کل مسلمان پورے ملک میں ایک عجیب سی بے چینی، بے اطمینانی، مایوسی اور انتشار کی کیفیت سے دوچار ہے۔ اس کی وجہ مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اور معتبر و دیانتدار قیادت کا فقدان ہے۔ اس کا حل ایک منظم لانگ ٹرم پروگرام کے تحت ہی ممکن ہے۔ اس لئے فی الحال ووٹ دیتے وقت بالکل اطمینان کے ساتھ فرقہ پرستی کی کمر توڑنے والے امیدوار کو ہی اپنا قیمتی ووٹ دیں۔ اگر بالفرض کسی حلقے میں مسلمان سیکولر پارٹی کے امیدوار کو ووٹ دینے کے باوجود فرقہ پرست پارٹی کے امیدوار کی جیت یقینی نظر آئے اور اس حلقے میں مسلمانوں کے قابل لحاظ ووٹ ہوں اور کوئی مخلص مسلم امیدوار ہو تو اس کو کھڑا کر کے ہماری ووٹوں کی حیثیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس میں غیر مسلموں کا ساتھ اور تعاون حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ لیکن یہ امیدوار مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں میں بھی اپنی خدمات سے شہرت حاصل کرچکا ہو۔ کسی غیر معروف رشوت خور، غیر تعلیم یافتہ اور سیاسی جنونی امیدوار کی ہمت افزائی نہ کریں۔ اس سے ہمارا وقت، پیسہ اور ووٹ سب ضائع ہوجائے گا۔ امیدوار تو اپنی قسمت آزما کر چلا جائے گا۔ مگر قوم برسوں تک کف افسوس ملتے رہے گی۔ یہ بات ذہن نشیں کرلیں کہ اب کسی پارٹی کے حق میں ووٹ دینے کا زمانہ نہیں رہا بلکہ یہ فرقہ پرست تنظیموں کی پشت پناہی کرنے والی بڑی سیاسی پارٹی کے خلاف ووٹ دینے کا زمانہ ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہمارے پاس ایک لانگ ٹرم پروگرام ہو جس کے تحت ہم آئندہ انتخابات کے لئے لائق اور دیانتدار امیدواروں کو تیار کرسکیں۔ ملک کے ہر شہر اور گاؤں میں علاقائی زبان (مثلاً کنڑ، تلگو، تمل، بنگالی اور مراٹھی) ذریعہ تعلیم کے اسکول قائم کریں۔ اس سے علاقائی زبان میں مہارت حاصل ہوگی اور لوگوں کی خدمت اور مستقل روابط رکھنے اور سرکاری ملازمت حاصل کرنے کے لئے بھی آسانی ہوگی۔ ان اسکولوں میں انگریزی اور دوسرے مضامین کے ساتھ دینیات اور اردو تعلیم بھی ہو۔ اپنے بچوں کو ایسے ہی اسکولوں میں داخلہ کی ترغیب دیں۔ اسی طرح بچوں کو قانون (Law) سیکھنے کی طرف توجہ دلائیں۔ قوم میں زیادہ سے زیادہ ایل ایل بی اور ایل ایل ایم ہوں۔ سیاست میں حصہ لینے کے لئے اس کی بڑی ضرورت ہے۔ نیز مسلمانوں اور غریب ومظلوم لوگوں کا دفاع قانونی طریقے سے کیا جاسکتا ہے۔ اگر پریکٹس کرنا ہی نہیں تو دوسرے بہت سے میدان اور آپشن موجود ہیں: (۱) خدمت خلق (۲) سیاست (۳) کمپنی میں لیگل ایڈوائزر یا منیجر (۴) ڈاکومنٹ آف لینڈس ڈرافٹنگ (۵) پروفیسر آف لا کالج (۶) جج (۷) بزنس وغیرہ کا پیشہ اختیار کرکے لوگوں کی خدمت اور خوشحال زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہر پیشے میں جھوٹ، رشوت خوری، لالچ اور دھوکہ بازی سے اپنے دامن کو ہمیشہ بچائے رکھیں۔ دعوت دین کی ذمہ داری کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔ بہترین اخلاق اور خدمت خلق کرتے ہوئے معاشرے میں اپنی ساکھ باقی رکھیں۔

جو فرقہ پرست تنظیمیں آج دندناتی پھر رہی ہیں اور ان کی نمائندہ سیاسی پارٹی بی جے پی ملک کی سیکڑوں پارلیمانی اور اسمبلی سیٹوں پر قابض بن کر مرکز اور کچھ ریاستوں میں حکومت کرچکی ہے۔ ایسے ہی راتوں رات ترقی کی منازل طے نہیں کی ہے بلکہ اپنے باطل ایجنڈے اور اسلام دشمنی کے زہر کو لوگوں میں پھیلانے کے لئے ان کو بہت پاپڑ بیلنے، قربانیاں دینے اور ڈسپلن کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت پڑی ہے۔ آج سے تقریباً چالیس سال قبل ان کی سیاسی پارٹی کا نام جن سنگھ تھا۔ اس وقت کی پارلیمان میں ان کی صرف اور صرف دو سیٹیں ہوا کرتی تھیں۔ (واجپائی اور آڈوانی) ریاستوں میں یہ پارٹی بالکل غیر معروف اور اجنبی تھی۔ تیسری بہت اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ ہم اسلام کی دعوت کو برادران وطن تک منظم طریقے سے پیش کریں۔ کچھ لوگ اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ سیاست سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ ملک میں جتنے فسادات ہوئے ہیں اکثر کوئی نہ کوئی معمولی اور غیر اہم اہم وجوہ کی بنا پر ہوئے ہیں۔ کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ دعوت حق ان کو پیش کرتے وقت وہ ہم سے الجھ گئے ہوں یا مخالفت کی ہو۔ وہ تو حق کے پیاسے ہیں۔ اسلام کی دعوت ایک ایسا فریضہ ہے جس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے: ’’جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی‘‘ اسلئے ضروری ہے دعوت کا کام جہاں اجتماعی طور پر ہوتا ہے ان سے وابستہ ہوجائیں اور انفرادی طور پر بھی لوگوں سے روابط قائم کرکے اس فریضے کو انجام دیتے رہیں۔ ورنہ معاذ اللہ سیاسی طور پر ہمیں مزید محکوم، معتوب اور مظلوم بن کر زندگی کاٹتے ہوئے تاریخ کا تاریک ترین باب سننا پڑے گا۔ ●●

ضرورت رشتہ

سنی، شیخ صدیقی، معزز، تعلیم یافتہ خاندان کی خوبصورت لڑکی، عمر ۲۵ سال، صوم وصلوٰۃ کی پابند، قد پانچ فٹ، تعلیم B.Sc، B.Ed، M.A، PGDCA، ادیب کامل، معلم اردو، لڑکی کے لئے شریف خاندان کے اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسر روزگار، سرکاری ملازم (ترجیح) خصوصاً تعلیمی میدان میں) لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکی کے والدین سرکاری اسکول میں ٹیچر ہیں۔ مغربی یوپی اور اتراکھنڈ کے رشتوں کو ترجیح دی جائے گی۔

بکس نمبر 2549، معرفت سہ روزہ دعوت، ابوالفضل انکلیو، دعوت نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

ضرورت رشتہ

معزز، تعلیم یافتہ، سنی، شیخ تجار خاندان کی خوبصورت، خوب سیرت، دیندار لڑکی، عمر ۲۴ سال، قد پانچ فٹ پانچ انچ، تعلیم بی۔ ایس۔ سی (آنرس اے ایم یو) ایم۔ بی۔ اے لڑکی کے لئے شریف خاندان کے تعلیم یافتہ برسر روزگار دیندار لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔ مغربی یوپی اور آس پاس کے رشتے کو ترجیح دی جائے گی۔ لڑکی کے والد معروف بزنس مین ہیں۔ رابطے کے لئے:

بکس نمبر 2649، معرفت سہ روزہ دعوت، ابوالفضل انکلیو، دعوت نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

بقیہ: ایٹمی اسلحے کے پھیلاؤ کی روک تھام ••

توانائی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کی طرف قدم بڑھانا پڑا ہے تو کیا یہ ضرورت صرف انہی کی ہے دوسروں کو یہ ضرورت نہیں پیش آسکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ انھوں نے توانائی کی ضرورت کے نام پر نہ صرف اسلحہ اور نہایت خطرناک اسلحہ کا انبار لگا لیا بلکہ اس کو متعدد موقعوں پر استعمال بھی کرلیا۔ کیا امریکہ یہ بتا سکتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کسی کمزور ملک نے ایٹم بم استعمال کیا اور انسانی آبادی پر اسے برسایا ہے۔ اس لئے یہ خدشہ تو اس سے ہے کہ وہ اسے دوبارہ آزما سکتا ہے۔ جس نے اس کا کوئی تجربہ ہی نہیں کیا اس سے اس کا کیا خطرہ۔ دوسری بات یہ کہ ڈیٹرنٹ کی تھیوری بھی خود اسی کی دی ہوئی ہے کسی اور نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہ راستہ بھی اس نے دکھایا ہے۔ اور صحیح بات تو یہ ہے کہ اس معلومات اور ٹیکنالوجی کو پھیلانے والے بھی یہی ممالک ہیں۔ کیونکہ نہ وہ اسلحہ کی سوداگری کرتے نہ اسلحہ کی تیاری کا عمل آگے بڑھتا۔ انھوں نے نہ صرف اسلحہ کی سوداگری کی بلکہ اسلحہ سازی کا علم بھی پھیلایا۔ جب انھوں نے یہ دیکھا کہ کسی کو یہ ’گر‘ سکھانا ان کے مفاد میں ہے تو انھوں نے بے دریغ اسے یہ ’گر‘ سکھا دیا اور اپنا ’غول‘ مضبوط کیا۔ کیا اس طرح ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ کو روکا جاسکتا ہے۔ ●●

بقیہ: یہ ننگ انسانیت تہذیب واقدار

سن زو کو بہلا پھسلا کر لے جانے والے کی تصویر پولیس کے کیمرے نے اپنے اندر محفوظ کرلی۔ ینگ گاؤ فنگ کا کہنا ہے کہ وہ گراہکوں سے نمٹ رہا تھا کہ پلازہ میں اس کی دکان کے سامنے سے ایک آدمی اس کے چار سالہ بچے کو اٹھا کر چلتا بنا۔ میں ذرا ہی دوسری طرف متوجہ ہوا تھا۔ گھوم کر بیٹے کو آواز دی تو وہ جاچکا تھا۔ اس طرح ہزاروں بچے چین کے پیرل ایوارڈ یلٹا کے صنعتی مرکز سے چرائے جاچکے ہیں جن کا بعد میں ان کے ماں باپ یا پولیس کو کوئی پتہ نہیں لگا سکا۔

رپورٹ کے مطابق ان بچوں کی جنوبی چین کے دیہی علاقوں میں بہت مانگ ہے جہاں روایتی طور پر بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دی جاتی ہے اور ملک کی شدت پسندانہ فیملی پلاننگ پالیسیوں نے چرائے ہوئے بچوں کے کاروبار کو خوب فروغ دے دیا ہے۔

فوجیان صوبہ کے پہاڑی ساحل پر چائے کی کاشت کرنے والا ۳۸ سالہ سونفنگ کہ بتاتا ہے کہ اس نے پانچ سالہ لڑکا حاصل کرنے کے لئے گزشتہ سال ساڑھے تین ہزار ڈالر کی رقم خرچ کی۔ لڑکی کبھی بھی بیٹے جیسی نہیں ہوسکتی‘‘۔ اس کی ایک چودہ سالہ بیٹی ہے لیکن اس کا اپنا بیٹا تین ماہ کا ہونے پر مرگیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ آپ کے پاس کتنی دولت ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر آپ کا کوئی بیٹا نہیں ہے تو آپ ان لوگوں جیسے نہیں ہوسکتے جن کا ایک بیٹا موجود ہے۔ بیٹوں کی تمنا اور ان سے امیدیں وابستہ کرنے کی صدیوں پرانی روایت اور یہ خیال کہ شادی کے بعد عورت کا تعلق اپنے شوہر کے خاندان سے ہوجاتا ہے ماڈرن حقیقت کے طور پر پھر سے پھیل رہی ہے۔ کمیونزم نے اولاد کی چاہت اور والدین کی شفقت کا تصور ختم کرکے بچوں اور بوڑھوں کے روٹی کپڑے اور مکان کی ذمہ داری حکومت کے سر ڈال دی تھی۔ مغربی دنیا نے بھی اولڈ ایج ہوم کھول دیے جس سے چین ہو کہ مغرب کوئی ساجی نقشہ برقرار نہیں رہا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ والدین اپنے بوڑھاپے کا سہارا چاہتے ہیں۔ ادھر برتھ کنٹرول کے جنون نے ایک سے زیادہ بچہ کو جنم دینا قابل دست اندازی حکومت قانون جرم بنادیا۔ اب والدین پریشان ہیں کہ بوڑھاپے میں ان کا کوئی سہارا نہ ہوگا۔ وہ دوسروں کا بوڑھاپا دیکھ دیکھ کر اپنے مستقبل کے تعلق سے خوف ووحشت میں مبتلا رہتے ہیں۔ چینی حکومت کا اصرار ہے کہ انسانوں کے اغوا کے واقعات ۲۵۰۰ سالانہ سے زیادہ نہیں ہوتے حالانکہ اتنے انسانوں کا اغوا کیا قابل تشویش اور انسانیت وحکومت کے لئے شرمناک نہیں ہے؟ جبکہ اغوا شدہ بچوں کی برآمدگی کے لئے سرگرم افراد کا کہنا ہے کہ یہ شرح کسی بھی طرح لاکھوں سے کم نہیں ہے۔ سن ہیانگ نے جس کا بیٹا ۲۰۰۷ء میں غائب ہوگیا تھا اکیلے شن زھین میں گزشتہ دو سال کے دوران غائب ہونے والے دو ہزار بچوں کی فہرست تیار کر رکھی ہے جن میں سے ایک بھی بچے کا پتہ نہیں چل سکا۔ ●●

ضرورت رشتہ

غازی آباد ترک درزی برادری کی دو سگی بہنیں جن کی عمر ۲۸ سال اور ۲۴ سال ہے قد پانچ فٹ چار انچ، بڑی لڑکی کی تعلیم گریجویٹ گرلز آئی ٹی آئی میں بطور Instructer خدمت انجام دے رہی ہے۔ رنگ سانولا ہے۔ دوسری لڑکی کی تعلیم بی کام، بی اے ہے۔ رنگ صاف امور خانہ داری میں ماہر صوم وصلوٰۃ کی پابند ہیں کے لئے برسر روزگار لڑکے سے رشتہ درکار ہے۔ دہلی اور این سی آر کے رشتے کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ کریں:
09711388360,09968415028

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ’’دعوت‘‘ ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن
سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوٹی ندوی، اشرف علی بستوی

حکومت سے منظور شدہ ایکسپورٹ ہاؤس
سپر ٹینری لمیٹڈ
● برنشڈ بف کاف ● فیشن اسبل لیدرز ● اٹل پل اپ ● انڈسٹریل سیفٹی بوٹ لیدرز ● نو بک ● واٹر پروف لیدرز ● گارمنٹ ● شوائیڈ بوٹ اپرز

SUPER TANNERY LIMITED
(A Government Recognised Export House)
187/170, JAJMAU ROAD, KANPUR-208010 (INDIA)
Tel:+91-512-2460137,2465362,2462138,2461079
Fax:+91-512-2460792,2462227,
Email:supertannery@satyam.net.in
Website:www.supertannery.org

قادری دواخانہ کی کامیاب ترین یونانی دوائیں

گھٹنے کے درد میں؟

DIAL
033-2469-3173
033-2489-3539

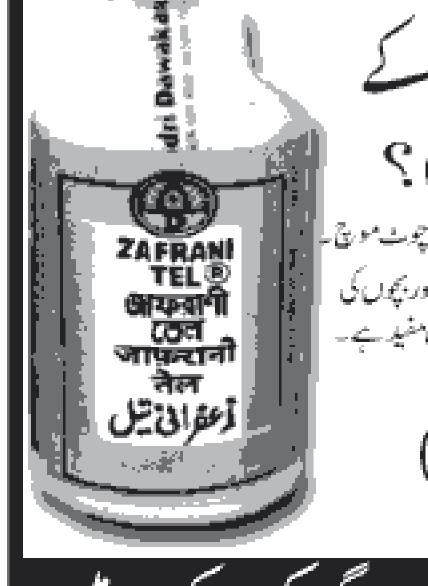

زعفرانی تیل

گیسٹک کے درد میں

قبض ٹروجن

بدہضمی، بھوک کی کمی، درد جگر، قبض، سینے کی جلن اور پیٹ کے جملہ امراض میں بہت ہی مفید ہے

Qadri Dawakhana
B-18, NAWAB WAJID ALI SHAH ROAD, KOLKATA - 24,
DISTRIBUTORS: DARYA BADI DAWAKHANA 393, E. R. Road, Pydhonie, Mumbai - 400 003 Ph: 022-2341-1857,
RELAX ENTERPRISES 3416, Bahishti Wada, No.1, Dhule, - 424 001 Ph: 02562-236952

العرفان ریسیڈینشیل اسکول خلد آباد (CBSE)

سولی بھنجن، خلد آباد، اورنگ آباد

داخلہ نوٹس برائے 2009-10

جماعت ششم وہفتم تا نہم (اردو اور انگریزی میڈیم) کی چند نشستوں کے لئے

☆ ریاست مہاراشٹر کا اولین اردو، انگلش میڈیم رہائشی اسکول ☆ دس سال سے دہم کے شاندار صد فیصد نتائج کی روایت ☆ سولہ ایکڑ وسیع رقبے پر محیط پرسکون اور خوشگوار ماحول میں کشادہ ہاسٹلز، عالیشان مسجد، ہزاروں کتابوں سے مزین لائبریری، جدید کمپیوٹر لیباریٹری، i School کلاسیس بوٹانیکل گارڈن اور وسیع وعریض کھیل کے میدان ☆ جسمانی ورزش، جوڈو مارشل آرٹ کے ذریعے طلبا کی صحت وتندرستی کا امین۔ انفرادی توجہ کے پیش نظر ہر جماعت میں صرف تیس محدود نشستیں ☆ قرآن وحدیث، تزکیہ وتربیت العرفان کے تعلیمی نظام کے بنیادی ستون ہیں۔ اپنے لاڈلے کو العرفان میں داخل کرکے اسے بہترین تعلیم وتربیت کے عطیہ سے نوازیں۔

داخلہ ٹیسٹ: بتاریخ: ۲۶؍اپریل ۲۰۰۹ء بروز اتوار بوقت: صبح دس تا دوپہر ایک بجے بمقام: العرفان اسکول خلد آباد ضلع اورنگ آباد (مہاراشٹر)

نوٹ: ’’مدرسہ ہذا کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۵؍اپریل ۲۰۰۹ء کو منعقد ہوگا جس کی صدارت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب دامت برکاتہم (امیر جماعت اسلامی ہند) فرمائیں گے۔ وابستگان جماعت سے شرکت کی گزارش ہے۔

شیخ حسن الدین (پرنسپل) 09970906583	اعجاز فاضل (سپروائزر) 09850792907 02437-241972 , 241603 mail@alirfanschool.org	غلام رحمانی (سکریٹری) 09326202013

دماغین برین ٹانک

(۱) دماغین ہر عمر کے ذہنی وجسمانی طور سے مصروف لوگوں کے لئے مددگار ہے

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جامعۃ الصّفۃ ورنگل

دعوت دین واقامت دین کے لئے ایک تعلیمی تحریک

الحمدللہ! جامعۃ الصفہ ورنگل اپنا پانچواں تعلیمی سال مکمل کرکے چھٹے سال کا سفر طے کر رہا ہے اور اپنے طے کردہ مقاصد کے تحت پیش قدمی کر رہا ہے۔ پانچ سال کی مختصری مدت میں بفضلہ تعالیٰ گزشتہ دو سالوں میں ۱۰ اطلبہ نے حفظ کی تکمیل کی ہے اور امسال اللہ کے فضل وکرم سے مزید ۱۴ اطلباء حفظ قرآن کی تکمیل کرچکے ہیں۔

جامعہ کا شعبہ عالمیت

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں عربی اول تا چہارم جماعتیں قائم ہیں جس میں تشنگان علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھا رہے ہیں تاکہ وہ معاشرہ میں منصبی کردار ادا کرسکیں۔ جامعہ میں تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ طلباء کی کردار سازی اور اسلامی فکر کی پختگی پر خاص توجہ کی جاتی ہے۔ جامعہ میں اس وقت ۱۴۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلبہ دارالاقامہ میں مقیم ہیں ان کی تعلیم، رہائش وطعام کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی سے مکمل کئے جاتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) الحمدللہ! طلباء کو تلگو وانگریزی زبان بھی پڑھائی جاتی ہے تاکہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دیا جاسکے۔

شعبہ تدریب ائمہ

جامعۃ الصفہ ورنگل میں اس سال تدریب ائمہ کا دو سالہ کورس شروع کیا جارہا ہے جس میں ایسے طلباء کو داخلہ دیا جائے گا جو کم ازکم آٹھویں جماعت کامیاب ہوں نیز جو اردو یا تلگو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں اور بالخصوص دیہات کے رہنے والے ہوں۔ ان طلباء کو دوران تعلیم ماہانہ فی کس ایک ہزار روپے تعلیمی وظیفہ دیا جائے گا تاکہ طلباء اور اولیاء طلباء کو یکسوئی ہو اور طلباء دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں اور ان طلباء کے قیام وطعام کی ذمہ داری جامعہ پر ہوگی۔ ہر طالب علم پر ماہانہ ڈھائی ہزار روپیوں کا خرچ ہوگا (Rs.2,500/-) ادارہ اس سال ۲۰ طلباء کو تدریب ائمہ کے لئے داخلہ کا منصوبہ بنایا ہے۔ تدریب ائمہ کے دو سالہ کورس کے دوران ان منتخب طلباء کو امامت اور خطابت کے اصول قرآن، حدیث وفقہ کے علم اور حالات حاضرہ کے تقاضوں سے واقف کروایا جائے گا۔ اس دو سالہ کورس کی تکمیل کے بعد دیہاتوں میں ان طلباء کی خدمات سے استفادہ کیا جائے گا۔

محترم بھائی! آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ قادیانیت اور عیسائیت کے مبلغین مختلف طریقوں سے دیہات کے بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کو مالی رغبت دلا کر مرتد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور لگتا ہے کہ انہیں کامیابی بھی حاصل ہو رہی ہے جب کہ شہروں میں رہنے والے مسلمان، صاحب ثروت اور اہل علم حضرات اس جانب خاطر خواہ توجہ نہیں دے پا رہے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ دونوں فتنے امت مسلمہ کے لئے ایک بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں مسلمانوں کو جہاں مختلف پہلوؤں سے کام انجام دینا ہے وہیں مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ بالخصوص ائمہ مساجد کو بھی تیار کرنا ہے جو دینی تڑپ رکھتے ہوں اور شہروں سے دور دیہاتی پس منظر میں کام کے لئے آمادہ ہوں۔ جامعۃ الصفہ نے ایک طویل مدتی منصوبہ کے تحت اس اہم کام کو انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا ہے جس کے لئے خطیر رقم کی ضرورت ہے اس خصوص میں اہل خیر اور دین کا درد رکھنے والے احباب آگے آئیں اور ان طلباء کی کفالت کی ذمہ داری سنبھالیں۔ جامعۃ الصفہ اس اہم پراجکٹ کو اللہ کے فضل وکرم اور خیر خواہان دین وملت کے تعاون سے انجام دے گا۔ انشاء اللہ۔

تعاون کی شکلیں ☆ طلباء کی کفالت: تدریب ائمہ کے لئے فی طالب علم سالانہ -/30,000 روپے شعبہ حفظ کے لئے سالانہ -/10,000 روپے فی طالب علم ☆ شعبہ عالمیت کے لئے سالانہ -/12,000 فی طالب علم (مدت پانچ سال) ☆ اساتذہ کی تنخواہ کی شکل میں ماہانہ =/48,000 روپے ☆ تعمیری کام اور قرضوں کی ادائیگی کیلئے۔ **نوٹ:** جامعہ اپنے خیر خواہوں کو ابھی تک بارہ لاکھ روپے قرض واجب الادا ہے اس خصوص میں تعاون کی درخواست ہے۔

ناظم جامعہ	JAMIA-TUS-SUFFAH	سرپرست جامعہ
محمد خواجہ عارف الدین	Deshaipet Road, Warangal, A.P. India	حضرت مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ، امیر جماعت اسلامی ہند

Phone: +91-870-2424576, Cell:+91-9849004547 A/c No. 444351498 Indian Bank Mandi Bazar, Warangal A.P.INDIA

تعلیمی اداروں کی درجہ بندی

بہ ذریعہ خود احتسابی

مرتب: ڈاکٹر بدرالاسلام

کسی بھی تنظیم یا ادارے کو اس کے مقصد یا نصب العین تک پہنچانے کے لیے اس کی گزشتہ کارکردگیوں کے جائزوں اور خود احتسابیوں کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے، اس سے کم زوریوں پر قابو پانا اور منزل تک پہنچنا آسان ہوجاتا ہے۔ احتساب اور جائزے کا عمل ترقیوں اور اچھائیوں کا زینہ ہے۔ اس کے بغیر کسی ترقی یا اچھائی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کتاب ہمیں ایسی ہی خود احتسابیوں اور جائزوں کا ہنر سکھاتی ہے، جن کے وسیلے سے ہم اپنے تعلیمی اداروں کو ان کے مقاصد اور نصب العین تک ہم کنار کرسکیں۔ آغاز کتاب میں معروف ماہر تعلیم عالی جناب سید حامد کا قیمتی پیش لفظ بھی ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔

سائز: ۲۰×۳۰/۸ ● صفحات: ۵۶ ● قیمت: Rs.40/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
Post Box. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110 025
Phones:26971652,26954341, 26946447(D) Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com Website: www.mmipublishers.net